سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

مُباحثات

دوشنبہ ۔ یکم جولائی سنہ ۱۹۷۴ء

نمبر شمار	مُندرجات	صفحہ
۱	تلاوت کلام پاک و ترجمہ	۱
۲	**تحریک استحقاق**	
	سوال نمبر ۶۵۷ کا غلط جواب دیا جانا۔	۲
۳	**قراردادیں**	
	(i) میر شاہ سکندر خان شاہلیانی :۔ سکولوں میں دینی تعلیم رائج کرنے کے بارے میں سفارش ۔۔۔	۳
	(ii) مسٹر محمود خان اچکزئی :۔ ڈاکٹروں کی تنخواہ اور مراعات بڑھانے کے بارے میں سفارش ۔۔۔	۲۰
	(iii) نوابزادہ تیمور شاہ جوگیزئی :۔ قلات ڈویژن کی طرح تمام صوبہ میں دیوانی مقدمات کا فیصلہ شرعی قوانین کے مطابق کئے جانے کی سفارش ۔۔۔	۲۷
	(iv) میر صابر علی بلوچ :۔ جن ٹرکوں کو حکومت اپنے استعمال میں لیتی ہے۔ ان کا کرایہ روزانہ پچاس سے بڑھا کر ڈھائی سو کرنے کے بارے میں سفارش ۔۔۔	۳۹
۴	پبلک اکاونٹس کمیٹی کے لئے ضمنی انتخاب۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۴۲

جلد ہشتم

شمارہ بیست و سوم (۲۳)

ارکان اسمبلی جنہوں نے اجلاس میں شرکت کی

۱۔ میاں سیف اللہ خان پراچہ
۲۔ میر یوسف علی خان مگسی
۳۔ میر صابر علی بلوچ
۴۔ مولوی صالح محمد
۵۔ مولوی محمد حسن شاہ
۶۔ خان محمود خان اچکزئی
۷۔ میر شاہنواز خان شاہلیانی
۸۔ نواب زادہ تیمور شاہ جوگیزئی
۹۔ سردار انور جان کھیتران

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

بروز دوشنبہ مورخہ یکم جولائی ۱۹۷۴ء

زیر صدارت میر قادر بخش بلوچ ڈپٹی سپیکر

صبح دس بجے شروع ہوا

تلاوت کلام پاک و ترجمہ

از قاری سید افتخار احمد کاظمی خطیب

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ
وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّھَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ۝ وَمَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ
الْاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ ۝ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ
الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ۚ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ قف وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ۝

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝ (س ۱۴ - آیات ۲۴ تا ۲۷)

یہ آیات کریمہ جو تلاوت کی گئی ہیں، تیرھویں پارہ کے سولھویں رکوع کی ہیں، ارشاد ربانی ہے:۔

میں پناہ میں آتا ہوں اللہ کی شیطان مردود کے شر سے۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنیوالا ہے۔

ترجمہ:۔ کیا آپنے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی اچھی تمثیل۔ کلمۂ طیبہ کی بیان فرمائی۔ کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کے مشابہ ہے جسکی جڑ (خوب) مضبوط ہے۔ اور اسکی شاخیں (خوب) اونچائی میں جا رہی ہیں۔ وہ اپنا پھل ہر فصل میں اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا رہتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے تمثیلات اسلئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ خوب سمجھ لیں ــــ اور گندہ کلمے کی تمثیل ایسی ہے، جیسے ایک گندہ درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے۔ اور اُسے کچھ بھی ثبات نہ ہو۔ اللہ ایمان والوں کو

اُس سچی بات کی برکت سے مضبوط رکھتا ہے۔ دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور ظالموں کو بے راہ کیئے رہتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ مسٹر محمود خان اچکزئی کی طرف سے ایک تحریک استحقاق کا نوٹس ہے جسے وہ پیش کریں۔

Mr. Mahmood Khan Ackakzai:- I here by raise a question involving breach of privilege. The breach of privilege is this. In reply to my starred assembly question No. 657 in connection with the seniority of preintegration Ministerial Government servants of Baluchistan Administration and Baluchistan States Union and their rights of absorption and seniority in the Baluchistan sectt: established in Baluchistan after the dissolution of one unit, irrelevant and incorrect information has been furnished.

وزیر قانون و پارلیمانی امور۔ (میاں سیف اللہ خان پراچہ) جناب اسپیکر! میں اس تحریک استحقاق کی مخالفت کرتا ہوں۔ اسکی وجہ بات یہ ہے کہ۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تحریک استحقاق بالکل مبہم ہے۔

The privilege motion is vague, because it says that the reply is irrelevant and incorrect.

اسلئے میں انگریزی میں پڑھتا ہوں۔ کہ (مولانا صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے) انہوں نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان کو دہرانا ضروری ہے۔

"Irrelevant and incorrect,"
Secondly it does not point out, how it is irrelevant, how it is incorrect and thirdly no document has been attached to show that the reply is incorrect.

It is therefore out of order. This is my humble request.

Mr. Deputy Speaker :- Mr. Mahmood, your privilege motion does not specify any incorrectness. You have not attached any document to prove that the answers given to you were incorrect. So I rule it out of order.

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ آپ ایوان کے سامنے کچھ قراردادیں ہیں۔ پہلی قرارداد میر شاہنواز خان شاہلیانی کی طرف سے ہے۔ وہ اپنی قرارداد پیش کریں ۔

میر شاہنواز خان شاہلیانی ۔ میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ :۔

یہ ایوان حکومت بلوچستان سے سفارش کرتا ہے کہ اس صوبے کے تمام اسکولوں میں دینی تعلیم رائج کی جائے اور اسے لازمی قرار دیا جائے ۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ قرارداد یہ ہے کہ :۔

یہ ایوان حکومت بلوچستان سے سفارش کرتا ہے کہ اس صوبے کے تمام اسکولوں میں دینی تعلیم رائج کی جائے اور اسے لازمی قرار دیا جائے ۔

وزیر تعلیم ۔ (میر یوسف علی خان مگسی) جناب والا! میں برائے بحث اسکی مخالفت کرتا ہوں ۔ جناب میں اسکی مخالفت کرتا ہوں ۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ کہیں۔
(میر شاہنواز خان شاہلیانی سے مخاطب ہوتے ہوئے)

میر شاہنواز خان شاہیانی ۔ جناب والا! گردِ تیلیے بھی وہی قیس کا ثانی بھی وہی ہے۔
میری قرارداد بھی وہی ۔۔ یوسف صاحب کی مخالفت بھی وہی ۔

جناب والا! میرے لئے آج بڑی سعادت کا مقام ہے کہ آج میں وہ قرارداد پیش کر رہا ہوں جو دینی تعلیم رائج کرنے کے بارے میں ہے ۔ وہ تعلیم جو انسان کی مرتب کی ہوئی نہیں ۔ بلکہ انسانوں کی خوشنودی اور بہبودی کے لئے اور انسان کے دستورِ حیات کو صحیح معنی میں انسان بنانے کے لئے ۔ خدا اور اس کے رسول کی تعلیم ہے ۔ جیسے قرآن شریف ہمیں وضاحت کے ساتھ بتاتا ہے ۔

جناب والا! خداوند تعالےٰ نے انسان کو اپنی تمام مخلوق میں اشرف المخلوقات کا بلند مرتبہ دیا ہے ۔ یہی مرتبہ نہیں دیا بلکہ اسے اپنا خلیفہ بھی مقرر کیا ۔ "خلیفۃ فی الارض" حتیٰ کہ انسان سے نظامِ کائنات میں طاقت، قد اور جسامت میں دیگر مخلوق کو زیادہ برتری حاصل تھی ۔ انسان تو ضعیف ہے " خُلق الانسان ضعیفاً " خدا نے انسان کو برکت عطا کی ہے ۔ اسکی حیثیت اتنی بلند ہے ۔ اس کا مقام اِسقدر عظیم ہے کہ مال و مویشی اور جانوروں میں کم زور ترین جانور بکری ہوتی ہے ۔ اس کا بچہ جب پیدا ہوتا ہے وہ بھی پہلے ہی دن سے چلنے پھرنے لگتا ہے اور خود ہی اپنا ذریعۂ معاش تلاش کرتا ہے لیکن انسان بے چارہ ایک سال تک چل پھر بھی نہیں سکتا ۔ لیکن ایسے ضعیف کو یہ فوقیت اسلئے دی گئی کہ اسمیں خداوند تعالیٰ نے چند ایسی خصوصیات اور اوصاف رکھی ہیں جو دوسری مخلوق میں نہیں ہیں اور صحیح معنوں میں وہ انسان اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق ہے ۔ جسمیں یہ اوصاف ہیں ۔

جناب والا! پہلا وصف حقائق کا ہے یعنی وہ خدا کو ایک سمجھے اور اس کے رسول کو برحق سمجھے اور خدا کے حکم کے مطابق اپنے اعمال کو درست کرے اور اپنے مسائل حل کرے لیکن اس کے لئے قرآن و حدیث کے ارشادات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے ۔ ہم کیسے ہدایت پا سکتے ہیں جب تک ہم قرآن و حدیث کی تعلیم سے واقف نہ ہوں گے ؟ ہم نے قرآن پڑھا نہ ہوگا، حدیث دیکھی نہ ہوگی، عربی سے واقفیت نہیں ہوگی ۔

" زمانہ حاجی لق لق ۔ سے اُدھر کا ہے "
" زبان اہلِ عرب کی، ہم نے تو سیکھی ہے انگلش غضب کی "

"زبان کیسے حوروں کی سمجھا کریں گے
بہشت میں ملے گی تو ہم کیا کریں گے"

جب ہم نے عربی سیکھی نہیں قرآن پڑھا نہیں حدیث پڑھی نہیں اس کے مقابلے میں ہم نے پڑھا ہے پینل کوڈ۔ کریمنل پروسیجر کوڈ۔ جس میں دینی تعلیم کا کوئی موضوع تک نہیں ہے تو پھر ہمیں کیا ملے گا۔ اس لئے میں عرض کرونگا۔ کہ قرآن شریف اور حدیث کو ہمارے اسکولوں میں نافذ کیا جائے۔ اور ان میں دینی تعلیم کو رائج کیا جائے۔ اور اسکو جبرًا ضروری قرار دیا جائے۔

وزیر منصوبہ بندی، ترقیات وآبپاشی ۔ (مولوی صالح محمد) جناب اسپیکر! میں اس قرارداد کی پرزور تائید کرتا ہوں۔ اور ساتھ یہ کہونگا کہ جب ایک دفعہ اس معزز ایوان نے اُردو زبان کو لازمی قرار دے دیا ہے کہ ہمارے صوبہ کی زبان ہوگئی مگر پھر بھی ہمارے کچھ ممبر تحریکیں اور ترامیم انگریزی میں پیش کرتے ہیں۔ ہم انگریزی نہیں جانتے اس لئے پتہ نہیں ہوتا کہ معزز ممبر صاحب نے کیا پیش کیا ہے اور وہ کیوں نکتہ بول رہا ہے تو اس لئے ہم نے اسمبلی میں پہلے ہی سے یہ پاس کیا تھا کہ یہاں کی زبان اُردو ہوگی۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ مولوی صاحب آپ اس قرارداد کے متعلق بولیں۔

وزیر منصوبہ بندی وترقیات وآبپاشی ۔ یہ قانون سازی کا غلط طریق کار رہا ہے کہ قانون اسمبلی پاس کرے مگر اس پر عمل درآمد نہ ہو۔ میں نے تو کہہ دیا ہے کہ میں اس قرارداد کی پرزور حمایت کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۝

ہم نے آپکے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ آپ دین اسلام قبول کریں۔

بعد میں اسلام کے علاوہ اور کوئی دین نہ ہوگا۔ بغیر استاد اور بغیر تعلیم کے کوئی بھی یہ نہیں کہہ گا۔ کہ ہم نے مذہب اسلام سیکھا ہے میرے خیال میں یہ غلط ہوگا اس کے لئے استاد ہونا چاہیئے اس کے لئے سبق پڑھنا چاہیئے

بغیر صحیح تعلیم کے یہ کیسے سیکھا جا سکتا ہے۔ اب جناب والا! جو موجودہ حالت ہے اسطرح سے ہو گئی ہے کہ ابھی لوگ حلال اور حرام کا فرق بھی نہیں سمجھتے کہ کونسی چیز حلال ہے اور کونسی چیز حرام ہے۔ یہ تو دین اور قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ اس میں بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا جاننا ضروری ہے اگر ان کے جاننے میں فرق پڑ جائے تو عقائد صحیح نہیں رہتے اور اسطرح سے اس کے ایمان میں بھی نقص اور فرق پڑ جاتا ہے اور دوسری قسم عمل کا ہے جیسے نماز ہے، روزہ ہے، زکوٰۃ و حج ہیں وہ بھی اسلام کے ارکان ہیں اور نماز کے متعلق احکام ہیں کہ پھر کسطرح سے ادا ہوگی اور وضو کسطرح کرنا ہے، تیمم کسطرح کرنا ہے سفر میں نماز کتنی پڑھنی ہے، فرض کتنا ہے۔ اور سنت کتنی ادا کرنی ہیں علاوہ اس کے آپ سے بڑے کا کیا احترام ہوگا۔ ماں اور باپ کا کیا احترام ہوگا۔ بڑے بھائی اور بہن کا کیا احترام ہوگا یہ سب چیزیں تو اسلام سے ملتی ہیں اگر انسان اسلام سے بالکل غافل ہو جائے تو وہ صحیح طور پہ زندگی نہیں گزار سکتا اس لئے دین اور اسلام بہت لازمی چیزیں ہیں۔ دینی تعلیم نہ صرف ہمارے صوبہ میں بلکہ تمام صوبوں میں رائج ہونی چاہیئے۔ دینی علوم سیکھنے کے بعد بے شک کوئی شخص انگریزی سیکھنا چاہے۔ اردو پڑھے یا سائنس وہ بے شک پڑھ سکتا ہے۔ اگر اس نے دینی علوم نہ سیکھا تو اس کو حرام چیزوں کا پتہ ہی نہ ہوگا۔ کہ کیا چیز حرام ہے اور کیا مکروہ ہے اسطرح سے کبیرہ گناہ ہیں جیسے شراب پینا، زنا کرنا، جھوٹ بولنا۔

وزیر تعلیم ۔ پوائینٹ آف آرڈر جناب! کیا اسمبلی کے اندر لفظ زنا استعمال ہو سکتا ہے؟

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ مسٹر یوسف آپ بیٹھ جائیں۔ تشریف رکھیں۔

وزیر تعلیم ۔ جناب والا! میں نے پوائینٹ آف آرڈر اٹھایا ہے کہ لفظ زنا اسمبلی میں استعمال ہو سکتا ہے۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ آپ بیٹھ جائیں آئیندہ یہ لفظ استعمال نہیں ہوگا۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات و آبپاشی ۔ جیسا کہ میں نے کبیرہ گناہ کے متعلق عرض کیا ہے اگر کوئی مشرک یا مرتد ہے یا کبیرہ گناہ کرتا ہے تو اس سے جنگ ہوتی اگر بلوچستان کے عوام کو کبیرہ گناہ کے متعلق صحیح احکام کا پتہ چل جائے تو کوئی شخص بھی کبیرہ گناہ کے نزدیک نہیں جائے گا۔ نماز اگر کوئی شخص چھوڑ دیتا ہے تو اس کے متعلق سخت سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی طرح دیگر چیزوں میں ہے مثلاً روزہ ہے دینی علوم بے حد ضروری چیز ہے ۔ اس لئے ہمیں دینی علوم کو ضرور سیکھنا چاہئے اسے اسکولوں میں رائج کرنا چاہیئے اور میں اس کی حمایت کروں گا۔

وزیر صحت و محنت (مولوی محمد حسن شاہ)

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم ـــ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ط

اَلحَمدُ لِلّٰہِ نَحمَدُہٗ وَنَستَعِینُہٗ وَنَستَغفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیہِ ۔ وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن شُرُورِ اَنفُسِنَا وَمِن سَیِّاٰتِ اَعمَالِنَا وَمَن یُّضلِلہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ٥

اَمَّا بَعد قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی القُراٰنِ المَجِیدِ وَالفُرقَانِ الحَمِیدِ ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ عالم اور جاہل برابر نہیں اور یہ ناممکن ہے کہ وہ برابر ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اس کے بہت بلند درجات ہیں ۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ۔ علماء خدا سے زیادہ ڈرتے ہیں علماء کی بھی دو قسمیں ہیں ۱ ۔ علماء سوء ہیں ۲ ۔ علماء نیک ہیں۔

علماء سوء کے متعلق بھی آیات مقدسہ ہیں ہے

وَالَّذِینَ یَحمِلُ التَّورٰاۃِ ثُمَّ لَم یَحمِلُوھَا کَمَثَلِ الحِمَارِ یَحمِلُ اَسفَارًا ٥

جس عالم نے اپنے علم پر عمل نہ کیا ہو اس کی مثال ایسے جیسے گدھے پر کتابیں رکھی ہوں اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی درجہ نہیں ہے۔

جس عالم نے اپنے علم پر عمل کیا ہو وہ مقبول پروردگار ہے ۔

مجھے افسوس اس بات پر آتا ہے کہ آپ بچوں کے لئے انگریزی پر زور دیتے ہیں انگریزی کی تعلیم دیتے ہیں ۔ لندن اور یورپ بھیجتے ہیں اس کی فیس ادا کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دنیاوی علم دیتے ہیں

کہ وہ وہاں تعلیم حاصل کرکے ایک بڑا بیرسٹر بن جائیگا اس طرح سے وہ لاکھوں روپے تو کمالے گا۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ اس سے آپ کو شرم نہیں آئیگی۔ جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ

کشادہ نہیں ہوگا روح کافر کے لئے روح فاجر کے لئے آسمان اور نہ داخل ہوں گے جنت میں حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔ اونٹ کا سوئی کے سوراخ سے داخل ہونا ناممکن ہے تو اسطرح سے ایسے اشخاص کے لئے بھی وہاں پر جگہ نہیں ہے۔ اور اگر اس حالت میں مر جائے تو اُسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ افسوس کی بات ہے کہ ہم دعویٰ تو دین اسلام کا کرتے ہیں اور دین اسلام کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○

کیا ہم اسی بات پر کسی کو چھوڑ دیں گے کہ وہ اس بات پر تسلی کرے کہ میں مسلمان ہوں۔ خدا کے دین پر کوئی عمل نہ کیا ہو اس کے احکامات کی تعمیل نہ کی ہو۔ خدا کہتا ہے کہ کبھی نہ چھوڑوں گا۔ میں انسان سے پوچھوں گا۔

تو اب میں یہ پوچھتا ہوں کیا آپ کے لئے یہ مناسب ہے کہ اپنے بچے کو جہنم ابدی میں بھجوا دیں اور وہ زندیق اور ملحد مر جائے۔ کیا اسطرح کرکے اپنے بچے کو بہت بڑی عزت بخشیں گے اور جو بچہ صالح ہوگا وہ صدقہ جاریہ ہے اور اپنے والدین کے لئے اپنی نماز میں دعا کرے گا۔ روزے رکھے گا حتیٰ کہ جو نیکی کرے گا۔ والدین کو بھی ثواب پہنچے گا۔ افسوس کی بات ہے کہ آپ بچے کو جہنم ابدی میں کیوں بھیجتے ہیں۔ آپ اسے نیک آدمی بناؤ۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے اور جیسا کہ ہمارے مولوی صاحب نے بھی فرمایا ہے نماز کے احکام سیکھنے پڑیں گے۔ روزہ کے احکام سیکھنے پڑیں گے اور دین کے احکام بھی ہیں جو ہر مسلمان کو سیکھنے چاہئیں۔

آپ ایسا نہ کریں اور انگریزی پہ اتنا زور نہ دیں۔ دنیا نے ایک دن ہلاک ضرور ہونا ہے تمہارا مرنا یقینی ہے۔ تمہارے باپ کا مرنا یقینی ہے۔ انگریزی پہ زور دینے کے بعد خدا کے دربار میں کیا جواب دوگے اپنے بچوں کو نیویارک، لندن اور جرمنی تو بھیج رہے ہو۔ ڈگریاں تو وہ پاس کر رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے نام کا کچھ پتہ نہیں ہے۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ علماء کی برکت کا شکر یہ ادا کرو کہ جن کے طفیل تم تک علم پہنچ گیا ہے۔آپ ماں کے ساتھ نکاح کیوں نہیں کرتے ہیں۔ بیٹی کے ساتھ کیوں نکاح نہیں کرتے ہیں۔ اور آپ چچی کے ساتھ نکاح کیوں نہیں کرتے ہیں یہ چیز آپ کو علماء نے سکھائی ہے۔

(مداخلت چہ میگوئیاں)

میں پھر یہ گذارش کروں گا کہ اپنے بچوں کو دینی علوم کے زیور سے آراستہ کرو۔ ایک اور فرق ملاحظہ فرمائیں۔ انگریزی پڑھے ہوئے کو آپ تین ہزار سے نو ہزار تک تنخواہ دیتے ہیں مگر ایک عالم بے چارے کو صرف ۹۰ روپے دیتے ہیں۔

ایک آواز (نہیں جناب مُلّا کے ساڑھے تین ہزار ہیں)

اس لئے میں کہتا ہوں کہ خدا کے لئے کم از کم انکو ڈیڑھ سو یا اڑھائی سو تو دے دیں۔ اپنے بچوں پر رحم کرو خدا سے ڈرو یہ دنیا ختم ہو جائیگی۔ آپ فرعون سے زیادہ طاقت ور نہیں ہیں۔ اس نے تو خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا لیکن خدا نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ جب اسکو آخری وقت میں قیامت کے عذاب کا پتہ چلا تو چیخ چیخ کر کہنے لگا۔

اٰمَنْتُ بِرَبِّ هَارُوْنَ وَمُوْسٰى ٥

یعنی میں موسیٰ و ہارونؑ کے رب پر ایمان لے آیا مگر اس وقت اس کا دماغ ٹھکانے آگیا۔

میں پھر گزارش کروں گا کہ خدا کے لئے اپنے بچوں کو زندیق، ملحد نہ بناؤ، کچھ خدا کا خوف کرو کل خان ضیر نے یہ کہا تھا کہ مُلّا لوگ تمہیں ۱۳سو سال، ۲ ہزار سال پیچھے دھکیل رہے ہیں انکی باتوں میں نہ آو، ان مُلّاؤں کا نظام فرسودہ ہے۔ اسے ردّی کی ٹوکری میں ڈال دو۔ اس کے جواب میں میں نے اخبار میں بیان چھپوایا تھا کہ یہ بیان ملحدانہ، زندیق کی تقریر کا ہے۔ ہمارا اسلام دین دنیا کی ترقی کا ضامن ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مشرق اور مغرب پر حکومت کی۔ عمر فاروقؓ نے اسٹریلیا، اٹلیا، ایران، مصر، شام، کوفہ سب کو بچھا دیا۔ یہ شیطان آپکو بہکا رہا ہے۔ آپ کو دین اسلام سے بیزار کر رہا ہے۔ خدا سے ڈرو اور حیا کرو اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرو، علماء کی عزت کرو۔ تاکہ تمہارے بچے مسلمان ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین و آفرین)

وزیر قانون و پارلیمانی امور - جناب اسپیکر! میں اپنے معزز دوست اور ساتھی میر شاہنواز خان شاہلیانی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں - کہ انہوں نے اس معزز ایوان میں یہ قرارداد پیش کی ہے - میں نے آن کی تقریر بھی سنی اور اپنے دو معزز علماء جو ممبر بھی ہیں ان کی تقاریر بھی سنیں انہوں نے جو کچھ کہا ہے اسمیں مزید اضافہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ عالم دین ہیں اور مجھ سے بہت زیادہ جانتے ہیں -
میں اِدھر ایک اور نکتہ آپکی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں - اور وہ یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے مسلمانوں نے جو جدوجہد کی اور اپنے لیئے ایک علیحدہ ملک پاکستان مانگا تو اسکی بنیاد یہ تھی کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں کا علیحدہ ایک ملک ہونا چاہیئے - چنانچہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا اور قائدِ اعظم کے تین سنہری اصول یعنی اتحاد، تنظیم اور یقین محکم بھی اسلام کے اصولوں پر مبنی ہیں - افسوس کی بات ہے کہ پاکستان بننے کے بعد ہمارے بچوں نے دینی تعلیم حاصل نہیں کی ہم اس میں برابر کے قصوروار ہیں - اسلیئے ہم آج سنتے ہیں کہ فلاں سیاسی رہنما مغرب کی طرف دیکھتا ہے - فلاں کی نظریں مشرق کی طرف ہیں اور کوئی شمال کی جانب دیکھتا ہے - صوبائی تعصب ہے فرقوں میں تعصب ہے یہ سب چیزیں اسلیئے ہیں کہ جس طرح دین پر ہمارا یقین ہونا چاہیئے تھا - اسطرح نہیں ہے - اس واسطے یہ سب بیماریاں ہم میں پیدا ہو چکی ہیں ہماری قومی یکجہتی کے بارے میں عرض کروں - آج ہم یہ سنتے ہیں کہ ہم چار قومیں ہیں پانچ قومیں ہیں - ہمارے علامہ اقبال نے تو ہمیں یہ نہیں سکھایا - ہماری حدیثوں نے ہمارے مذہب نے تو ہمیں یہ نہیں سکھایا - سب مسلمان ایک قوم ہیں - اور اس نعرے کے تحت ہم نے پاکستان حاصل کیا -
آج کل کے ہمارے نوجوان بچے اس لیئے برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ آن کو دینی تعلیم میسر نہیں ہے - جو انہیں برائیوں سے بچا سکے - ڈاکٹ کھانا، چرس پینا، شراب نوشی کرنا اور دنیا بھر کی برائیاں کرنا یہ اس واسطے ہے کہ ہمارا معاشرہ اور تہذیب کمزور ہو چکے ہیں - معاشرہ میں زور نہیں رہا اگر اسمیں زور ہوتا تو یہ خود ایسی برائیاں کرنے والوں کو سزا دیتا - اور برائی کرنے والا باز آجاتا - معاشرہ میں کمزوری کس لیئے آئی - اسلیئے آئی کہ ہمارے ہاں دینی تعلیم کمزور ہو چکی ہے - ہمارے نوجوان بچے اپنے والدین کا احترام نہیں کرتے - انکا کہنا نہیں مانتے - جیسے اِن بچوں کے یہ والدین ہیں - اِسی طرح ساری قوم کا والد ہمارا یہ ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ پاکستان پھلے اور پھولے تو یہ بڑا لازمی ہے کہ اسکے اندر یکجہتی پیدا کی جائے جسکا واحد طریقہ یہ ہے جیسا کہ میرے معزز دوست نے یہ قرارداد پیش کی ہے - ہم پاکستان کا صرف ایک صوبہ ہیں

اور ہم نے اپنا اپنا فرض ادا کرنا ہے۔ اور یہ فرض اس قرارداد کی صورت میں ہے جو اس ایوان میں لائی گئی ہے۔

میں تو یہ کہونگا کہ پرائمری اسکول کی پہلی جماعت سے لیکر کالج کے آخری درجے تک۔ چاہے وہ ایم۔اے فائنل ہو یا پی۔ ایچ۔ ڈی ہو۔ تک مذہبی تعلیم لازمی ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص اس میں فیل ہو جاتا ہے اُسے ڈگری نہیں دینی چاہیئے۔ اُسکو میٹرک کی سند نہیں ملنی چاہیئے۔ تاکہ کم از کم اُسے اسلامی اصولوں سے واقفیت ہو۔ اگر ہم کمزور ہیں تو ہمیں چاہیئے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بچوں میں یہ کمزوری نہ لائیں۔ ٹھیک ہے علماء صاحبان نے انگریزی کے متعلق فرمایا۔ میں اُن سے تکرار نہیں کر سکتا ہوں اس وجہ سے کہ اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ علم حاصل کرنے کیلئے اگر چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔ انگریزی ہم ضرور سیکھیں لیکن ساتھ ہی اپنا اسلام۔ اپنا مذہب۔ قرآن مجید اور حدیث بھی سیکھنا لازمی ہے۔ اگر ہم یہ چیزیں صحیح سیکھیں۔ تو کوئی حرج نہیں اگر ہم انگریزی، فرانسیسی، جرمنی، روسی۔ رومن سیکھیں ہر زبان سیکھیں۔ کیونکہ یہ بھی علم ہے اور علم حاصل کرنا چاہیئے۔

جناب اسپیکر! میں اپنے ساتھیوں سے کہونگا کہ ہمیں دینی تعلیم اپنے اسکولوں میں صحیح طریقے پر رائج کرنی چاہیئے۔ ہمیں اپنے بچوں کو پاکستان بننے کی وجوہات بتانی چاہئیں۔ کہ پاکستان کیوں اور کیسے بنا اور اسکا مقصد کیا تھا۔ تاکہ ہماری نئی نسل جو ابھی جوان ہو رہی ہے۔ انکو یہ پتہ ہو۔ اور اس ملک میں اتفاق ہو۔ تاکہ اس کی ترقی ہو سکے اور استحکام مضبوط ہو سکے۔ اور یہ ملک جلد از جلد ترقی کر سکے۔

(شکریہ)

مسٹر محمود خان اچکزئی۔ جناب والا! میرے ساتھیوں نے میر شاہنواز خان شاہلیانی کی پیش کردہ قرارداد پر مختلف قسم کی تقریریں کیں۔ کوئی اسے پاکستان کی بقار کی طرف لے گیا اور کوئی اسے دین اسلام کی طرف کھینچتا رہا۔ میرے محترم دوست جناب ...... صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہمارے پاکستان کا ٹوٹنا صرف اسلئے ہوا۔ کہ ہم دینی تعلیم نہیں رکھتے تھے۔ ہم دین سے ناواقف تھے۔ اسلئے یہاں دین کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہاں حقوق کی باتیں ہوتی ہیں۔ میں آپ خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر صرف علم اور دینی تعلیم کی برکت سے اتفاق واتحاد آسکتا ہے۔ تو ہمارے محترم وزراء صاحبان اور اُن کی جماعتیں

شاہ احمد نورانی، مولانا مفتی محمود اور مولانا مودودی صاحب اور دوسرے علماء متفق ہوتے۔ کیونکہ وہ دین اسلام ہم اور آپ سے زیادہ جانتے ہیں وہ ہم آپ سے زیادہ دین سے واقف ہیں۔ لیکن ہر ایک اپنی ہی طرز پر اپنے علم کے مطابق ہر آیت کی مختلف تفاسیر نکالتے ہیں۔ اگر ملک ٹوٹتا ہے اور اگر ملک میں قومیتوں کی باتیں ہوتی ہیں تو صرف اس وجہ سے قرآن کی مختلف آیات۔ اسلام کی مختلف ہدایات کا ہم نے۔ اپنی اپنی طرز پر ترجمہ کیا ہے۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو صرف اسلام کے نام پر۔ اور کہا گیا کہ یہاں پر حکومت اسلام کے مطابق ہوگی۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہا تو گیا کہ یہاں پر اسلام کے نام پر حقوق تقسیم ہوں گے مگر ایک صوبے نے ایک خاص طبقے نے اپنی طرز پر اسلام کی تعریف کی۔ یہاں تک کہ ون یونٹ کو انہوں نے اسلام کا حصہ مانا۔ چودہ سال تک ہم یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ واقعی کیا ون یونٹ اسلام ہے یا نہیں؟ جس نے بھی ون یونٹ سے مخالفت کی اسکو جیل میں ڈال دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ اسلام کا مخالف ہے یہ مسلمانوں کا مخالف ہے۔ اور یہ شخص اس ملک کا مخالف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آج جس خطرناک دور سے گزر رہے ہیں ہم جس نازک موڑ پر کھڑے ہیں۔ صرف اس وجہ سے اس خاص طبقے نے اسلام کے نام کو غلط طریقے سے استعمال کیا۔ اسلام کی غلط ترجمانی کی اسلام میں آیا ہے "کُلُّ مُسْلِمٍ اِخْوَۃٌ" یہ بات ٹھیک ہے ہم اس سے متفق ہیں۔ لیکن جناب والا! اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں آپکی جیب کا پیسہ نکالوں اسکا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں آپکی ٹوپی لے لوں۔ اسکا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ بھائی چونکہ میں آپ کے گھر کا فرد ہوں۔ اور آپکے گھر کی جو چیزیں ہیں میں اسکا شریک ہوں۔ اسلام میں "اِخْوَۃٌ" کا مطلب یہ نہیں ہے۔ اسکا مطلب تو یہ ہے کہ ہم بھائی ہیں۔ ہم کلمہ کے شریک ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اسلام کے اصولوں کے لحاظ سے ایسے بھائی نہیں کہ اگر میری جیب میں دس روپے ہیں تو کوئی میرے جیب سے نکالے اور کہے کہ "کُلُّ مُسْلِمٍ اِخْوَۃٌ"۔ حقوق کی پامالی ہوتی رہی تو اس ملک میں لوگوں نے اسکے خلاف آواز اٹھائی تو ان پہ اسلام کی غداری کا الزام لگایا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آج یہ ملک دو ٹکڑے ہو چکا ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ اب بھی اگر ہم یہ سوچیں کہ حقوق کا تحفظ دیئے بغیر مختلف طبقوں کا مختلف قومیتوں کا اور مختلف وحدتوں کا، تو اسکے بغیر معاملہ ٹھیک نہیں چلے گا۔ اب بھی وقت ہے اسی لحاظ سے حقوق دیئے جائیں۔ اور کسی بھی طبقے میں یہ احساس نہیں ابھرنا چاہیئے کہ فلاں بڑا

بھائی ہے اور فلاں چھوٹا بھائی ہے اور فلاں میرا حق کھا رہا ہے۔

میرے محترم علماء نے اپنی تقاریر میں کوئی تو حضرت عمرؓ کی طرف چلے گئے اور کوئی تو شاید ہمیں کافر بھی کہہ گئے۔ کہ اپنے بچوں کو زندیق اور نہ معلوم کیا کچھ مت بننے دو۔ اور انہوں نے وہ باتیں نہیں فرمائیں جو قرآن میں عالم بے عمل کے متعلق کہی گئی ہیں۔ قرآن عالمِ بے عمل کے متعلق کہتا ہے کہ اسکی مثال ایسی ہے متعلقہ آیت کا ترجمہ پڑھ دونگا کہ" عالم بے عمل کی مثال اُس گدھے کی مانند ہے جس پر کتابوں کا پلندہ لاد دیا جائے اور انہیں لیکر چلتا رہے"۔ ہمارے اکثر علماء صاحبان ہیں ان سے اسطرح کہونگا۔ میں ان کی عزّت کرتا ہوں یہ میرے بزرگ ہیں۔ ہمارے اکثر علماء صاحبان عالمِ بے عمل کے زمرے میں آتے ہیں۔ میں نے اپنی دوسری تقریروں میں بھی کہا ہے اور اب پھر کہونگا کہ میں نے اپنے علماء کو بہت غلط غلط جگہوں پر دیکھا ہے۔ حدیث ہے کہ سلطانِ جابر کے خلاف کلمۂ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ بہت کم عالم مجھے اسطرح کے ملے ہیں میں نے بہت کم علماء ایسے دیکھے ہیں جنہوں نے وزیر صاحب کے سامنے جنہوں نے بھٹو صاحب اور صدر صاحب کے سامنے یہ کہا ہو کہ آپ یہ کام غلط کر رہے ہیں۔ میں اپنے عالموں کے متعلق ایسی بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں۔ بہت سے عالموں کے متعلق بہت سے پڑھے لکھے لوگوں کے متعلق کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے بات کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہمیں کافر قرار دیتے ہیں کہ تم انگریزی پڑھتے ہو۔ تم فرانسیسی پڑھتے ہو۔ میں ہرگز اسکا مخالف نہیں۔ میں شاہلیانی صاحب کا مشکور ہوں۔ وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ہمارے بچوں کو دینی تعلیم ملنی چاہیئے۔ ہمارے بچوں کو اسلام کے ہر ارکان سے واقف ہونا چاہیئے کیونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر آیا ہے۔ اور وہ اسلام کی صحیح ترجمانی کر سکیں۔ تاکہ وہ اسلام کی صحیح معنوں میں حفاظت کر سکیں لیکن میں یہ نہیں کہونگا کہ جو دینی تعلیم نہیں جانتا وہ کافر ہو گا۔ دین میں حکم ہے کہ جو کسی دوسرے کو کافر کہتا ہے۔ اگر وہ خدانخواستہ کافر نہ ہوا تو۔ کفر کا فتویٰ خود اسکے سر پر پڑتا ہے۔ میں اتنی بڑی ذمہ داری نہیں لے سکتا کہ میں کسی کو کافر اور کسی زندیق کہوں۔ لیکن یہ ضرور کہونگا کہ یہ ایک اچھی قرارداد ہے اس پر عمل ہو جائے تو بڑا اچھا ہو گا۔

میر صابر علی بلوچ - جناب اسپیکر ! ہمارے علاقے میں دینی تعلیم اگر صحیح معنوں میں رائج نہیں کی گئی تو میں اس کی تمام تر ذمہ داری علماء دین پر ڈالتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے علماء کو تو سیاست سے فرصت نہیں ملتی اور یہ لوگ ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں پانچ چھ جماعتیں ہیں جو دین کے نام پر بنائی گئی ہیں۔ اگر ایک اسلام ہے اور ہمارا ایک خدا ہے تو ایک اصول ہے اور سب قرآن مجید کو ثالث کرتے ہیں تو پھر ان علماء میں تضاد کیوں پایا جاتا ہے۔ ان کے جو نظریاتی اختلاف ہیں وہ میری سمجھ میں نہیں آتے کیونکہ جماعت اسلامی یہ کہتی ہے کہ ہم اسلام کی خاطر اس دین کی خاطر سیاست میں آچکے ہیں۔ جمعیت العلماء اسلام والے بھی یہی کہتے ہیں، اہل سنت والے بھی یہی کہتے اور جتنی بھی ملاؤں کی جماعتیں ہیں سب یہی کہتے ہیں کہ ہم اسلام اور اسلام کی بقاء کے لئے سیاست میں آئے ہیں۔ تو جناب جب یہ سب اسلام کی خاطر سیاست میں آچکے ہیں تو ان میں یہ اختلاف کس بات کا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جناب پیپلز پارٹی نے جب آمریت کے خلاف اسے ختم کرنے کی جدوجہد شروع کی اور استحصال کو ختم کرنے کا عزم کیا تو جناب انہیں مولوی صاحبان نے پیپلز پارٹی کو ہمارے چیئرمین کو کافر کہا اور فتویٰ دے دیا۔ صرف اسلئے کہ جناب جو استحصال کو ختم کرنا چاہتے تھے وہ اس ملک میں آزاد اور باانصاف معاشرہ قائم کرنا چاہتے تھے جس کی بنا پر مولوی صاحبان نے ہماری پارٹی کے لوگوں کو کافر کہا لیکن یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جب سے پیپلز پارٹی نے اقتدار سنبھالا ہے تو اسلام کو کیا خطرہ لاحق ہوا ہے۔ ہم نے اسلام کو کونسا نقصان پہنچایا ہے بلکہ ہم نے اسلام کی خدمت کی ہے باوجود اپنی تمام تر کمزوریوں کے اگرچہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم ماہر دین ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے بڑے بڑے علماؤں سے زیادہ دین کی خدمت کی ہے اور یہ اعزاز صرف ہماری پارٹی اور ہمارے چیئرمین کو حاصل ہوا ہے۔

جناب والا ! جب سے ہماری پارٹی برسرِ اقتدار آئی ہے اس وقت سے ہم نے اسلامی امور پر سے تمام پابندیاں ختم کر دی ہیں۔ (تالیاں)
تو اس کے باوجود بھی مولوی صاحبان یہ فرماتے تھے کہ پیپلز پارٹی کے لوگ کافر ہیں۔

وزیر منصوبہ بندی ترقیات و آبپاشی - کس نے کہا ہے ؟

میر صابر علی بلوچ ۔ جناب والا! میں یہ نہیں کہتا کہ مولوی صالح محمد صاحب نے کہا ہے ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات و آبپاشی ۔ آپ نے تمام مولوی صاحبان کا کہا ہے ۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ مولوی صاحب آپ مسٹر صابر صاحب کو تقریر جاری رکھنے دیں آپ تو اپنی تقریر ختم کر چکے ہیں ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات آبپاشی ۔ جب ایک معزز ممبر صاحب سب پہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ سب مولوی صاحبان نے ایسا کہا تھا تو میرے خیال میں یہ ٹھیک بات نہیں ہے ۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ مولوی صاحب آپ تشریف رکھیں اور مسٹر صابر کو تقریر جاری رکھنے دیں ۔

میر صابر علی بلوچ ۔ جناب والا ۔ میں ایک بات آپ کے توسط سے یہاں پہ واضح کر دوں کہ میں نے کسی خاص مولوی صاحب کے متعلق یہ بات نہیں کہی میں تو صرف علماء دین کا اس ملک میں جو کردار ہے اس پہ ایک جائزہ بیان کر رہا تھا اور ایک بات کر رہا تھا میں کسی خاص مولوی صاحب کی ذات کے متعلق نہیں کہتا ۔ بلکہ میں تو مولانا مودودی صاحب کے متعلق بھی کچھ نہیں کہتا ۔ میں تو ایک عام بات کر رہا تھا کہ علماء کا کردار کیا ہے ۔ میں کسی کی ذات کے متعلق بات نہیں کر رہا ۔ مولوی صاحبان میرے بزرگ ہیں ۔ میرے دل میں اُن کے لئے بہت عزت ہے اور خدا کرے وہ اپنے آپ کو اس بات کا اہل سمجھیں ۔ مولوی صاحبان کا کام ہے گھر گھر گھومیں ، گاؤں گاؤں میں جائیں ہر جگہ جا کر واعظ کریں ، تبلیغ کریں لوگوں کو اسلام کے زریں اصول سمجھائیں ۔ مگر ان کو تو سیاست سے فراغت نہیں ملتی یا تو سیاست کریں یا دین کا کام کریں ۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کے اصولوں کے مطابق ایک باانصاف معاشرہ ہو ، جو ہماری پارٹی کا منشور ہے وہ اسلام کے نظریہ کے مطابق ہے وہ اسلام کے زریں اصولوں کے مطابق ہے ۔ تو جناب مولوی صاحبان جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اگر اُن کے دل میں کوئی غصہ ہو تو جناب خاص طور پہ کوئی بات میں نے اُن کے متعلق نہیں کہی ہے ۔

تو میں پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ کسی خاص شخص کی ذات کے متعلق بات نہیں کی میں نے عام بات کی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اس سے سب کو اتفاق ہو۔ میں غلط بات بھی کہہ سکتا ہوں۔ یہ میرے خیالات تھے جن کا میں اظہار کر رہا تھا۔

آخر میں میں یہ کہتا ہوں کہ میں اس قرارداد کی پرزور حمایت کرتا ہوں۔

وزیر صحت و محنت ۔ پوائنٹ آف انفارمیشن

جناب والا! میں ایک بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ محمود صاحب اور مفتی صاحب اس بحث میں آئیں۔ مطلب صرف یہ تھا کہ بچوں کو دینی تعلیم دی جائے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ ملّا نیک بھی ہوتے ہیں بُرے بھی ہوتے ہیں۔ دنیا پرست بھی ہوتے ہیں خدا پرست بھی ہوتے ہیں۔ (تالیاں)

ہم نے جو بات پیش کی ہے محمود صاحب یا صابر صاحب ..... (مداخلت چہ میگوئیاں)

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ مولوی صاحب۔ آپ تشریف رکھیں۔ سب نے آپ کی بات سمجھ لی ہے۔

وزیر تعلیم ۔ جناب والا! محترم ممبر صاحب جو میرے بزرگ بھی ہیں جناب پیر شاہنواز خان شاہلیانی نے اُن کی اس قرارداد سے اصولی طور پر کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا لیکن ایک چیز سمجھ لینی چاہیئے کہ میں نے جو مخالفت کی صرف اس لئے کہ ہمارے معزز ممبر صاحبان کو اس ایوان میں اپنے خیالات کے اظہار کا موقع مل سکے۔

۲۔ میں نے اس کی مخالفت اس لئے کی کہ اس کے عملی پہلو کا کسی نے جائزہ نہیں لیا۔
یہ بات میں فخر سے کہتا ہوں کہ یہ انتہا نہیں ہے ابتدا ہے اس ابتدا کا سہرا یقیناً پیپلز پارٹی کی حکومت کو ملا اور اس صوبہ میں ہماری حکومت کو ملا کہ دینی تعلیم کے لئے ایک دروازہ کھول دیا۔

(تالیاں)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ ہمارے اسکولوں میں ہر ایک کے بچے پڑھتے

ہیں۔ میرے بچے بھی پڑھتے ہیں میاں سیف اللہ صاحب کے بچے بھی پڑھتے ہیں۔ صابر بھائی کے بچے بھی پڑھتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ جہاں یہ صورت حال ہو یقیناً یہ ملک تو دین اسلام کے نام پر بنا ہے اور یقیناً دینی تعلیم لازمی ہے اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ یہ شرع ہے اسکا حساب ہوگا۔ جو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ امن و امان ہے جو نہیں مانے گا وہ بھی کافر ہے۔ (تالیاں)

تو جتنا میٹھا اتنا زیادہ اچھا جہاں صورت یہ ہو۔ اسلئے مجھے افسوس ہے اور یہ افسوس کیوں نہ ہوتا کہ ہمارے ساتھی ممبر صاحبان اس قرارداد کے نفس مضمون سے دائیں بائیں آگے پیچھے چلے گئے۔ میاں صاحب نے اپنی تقریر میں حقوق کی بات کی۔ اگر دینی تعلیم شروع سے رائج ہوتی تو حقوق کا مسئلہ نہ چھڑتا کیونکہ دین کہتا ہے کہ حقوق ملنے چاہئیں۔ (ہیئر ہیئر۔ تالیاں)

انہوں نے حقوق کی بات کی اسطرح سے ون یونٹ کا ذکر آگیا۔ اس میں دوسرے ذکر آئے اسمیں مولانا مودودی صاحب کا ذکر بھی آیا مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس معاشرے میں جس ملک میں ہمارے بھائی ہیں۔ معزز بزرگ ہیں قومی لیڈر ہیں۔ کہنا پڑرہا ہے۔ میں نام نہیں لینا چاہتا تھا۔ ہمارے عبدالولی خان صاحب ہیں اسمبلی میں بڑا اہم مسئلہ پیش ہے اسکا تعلق بھی دین سے ہے اور ایسے موقع پہ اگر آپ کے بقول ہم جمہوریت پسند نہ سہی آپ بلوچستان پہنچ گئے آپ کو اسمبلی سے باہر نہیں آنا چاہئیے تھا۔ اس اہم اور نازک مسئلہ پہ جو پوری مسلمان قوم کا مسئلہ ہے۔ قادیانی کا مسئلہ اسمبلی میں پیش ہو رہا ہے اور یہ وقت انہوں نے اسلئے چنا کہ وہ اس سے اتفاق نہیں کرتے جبکہ وہ اور انکی پارٹی اپنے آپ کو غیر مذہبی جماعت کہنے میں فخر محسوس کرتی ہے۔ جناب انکو کونسی دینی تعلیم دیں گے۔ پہلے اِن سے تو وضاحت کرالیجئے۔ (بہت خوب بہت اچھے)

میر شاہنواز خان شاہلیانی۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ بھائی دین خدا کا موجود ہے۔

وزیر تعلیم۔ میں عملی پہلو کی بات کر رہا ہوں۔

میر شاہنواز خان شاہلیانی۔ مولوی بیچارے آپ کی طرح بے لبس ہیں اُن کے

ہاتھ میں کچھ نہیں ہے ۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ مسٹر شاہیانی آپ بیٹھ جائیں ۔

وزیر تعلیم ۔ جناب میں نے مولوی صاحبان کی بات نہیں کی ہے ۔ میں نے کہا کہ انکو کون سے دین کی تعلیم دو گے ۔

(باتیں)

جو آدمی خدا کو نہیں مانتا اسے کہو گے دین کو مانو ۔ میں عملی پہلو پر آتا ہوں اصولی طور پر مجھے پورا اتفاق ہے دینی تعلیم ہونی چاہیئے ۔ لیکن ہم جانتے ہیں جھگڑے میں پانچ ، چھ ۔ دس ، بارہ بلکہ زیادہ فرقے ہیں اور کوئی اس کو کافر کہتا ہے کوئی اسکو ۔ کوئی شیعہ ہے کوئی سنی ہے اور کوئی وہابی ہے خدا کو مانتا ہے رسول کو مانتا ہے کتاب کو مانتا ہے کیا ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنی ہے یا ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی ہے پہلے اس مسئلے کو تو طے کرو ۔ یعنی الف ، ب تو نہیں پڑھے پہلے یے پر پہنچ گئے تو جناب میں اس لئے اسکی مخالفت کرتا ہوں ۔ کہ خدا را جیسا کہ ہمارے ممبر صاحب شاید جناب صابر صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر ہمارے علما دین جمع ہوتے اور تبلیغ کے لئے چل نکلتے بجائے سیاست میں پڑنے کے تو یہ ایک بڑی اچھی بات تھی میں کہتا ہوں جماعت اسلامی ایک بڑی اچھی جماعت تھی جماعت اسلامی میں بڑے فاضل لوگ آئے بڑے بڑے وکیل ہیں پڑھے لکھے ہیں مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے سیاسی طور سے نہیں بلکہ دینی لحاظ سے کہ جتنا وقت انہوں نے سیاست اور انتخاب میں ضائع کیا اگر یہی وقت دین اسلام کی خدمت میں گزارتے تو پاکستان کا نقشہ اور ہوتا اور آپ آج دنیا کے مسلمانوں کے حالات بھی اور دیکھتے ۔ جناب والا ! دینی تعلیم رائج کرنے سے پہلے بہت سی عملی باتیں کرنی ہیں آپ نے قرارداد تو پیش کر دی ہے ۔

میر شاہنواز خان شاہیانی ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ! مجھے بڑا افسوس ہے میں نے جو تقریر پیش کی اس کا مطلب کوئی نہیں سمجھا ۔ میں نے کہا تھا کہ قرآن و حدیث کے مطابق چلو اگر قرآن حدیث میں نقص ہے تو بتاؤ نقص مجھ میں ، تجھ میں مولوی صاحب میں یا کسی میں ہو . . . .

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ شاہلیانی صاحب آپ نے تقریر ختم کر لی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر تعلیم۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن و حدیث کا ترجمہ کرنے والوں میں سے بھی ایک یہ کہتا ہے کہ ترجمہ یہ ہے دوسرا کہتا ہے ترجمہ یہ ہے۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ مسٹر یوسف یہ ایک سادہ سی قرارداد تھی آپ اسے زیادہ مت اچھالیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات و آبپاشی۔ جناب والا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو امت میں اختلاف ہے یہ ہماری نیک تحقیق ہے۔ اس وقت بھی ۷۲ فرقے ہیں۔

وزیر تعلیم۔ جناب والا! یہ کس پوائنٹ پر بول رہے ہیں؟

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ مولوی صاحب آپ بیٹھ جائیں۔ آپ نے ایک دفعہ تقریر کر لی ہے مسٹر یوسف آپ بھی بیٹھ جائیں۔ میں ایوان کے سامنے قرارداد پیش کرتا ہوں اسے منظور کرے یا رد کرے۔

وزیر تعلیم۔ جناب والا! میں ایک بات آخر میں عرض کروں کہ میں اس قرارداد کی پر زور حمایت کرتا ہوں۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ اب سوال یہ ہے کہ۔

یہ ایوان حکومت بلوچستان سے سفارش کرتا ہے کہ اس صوبے کے تمام سکولوں میں دینی تعلیم رائج کی جائے اور اُسے لازمی قرار دیا جائے۔

(قرارداد منظور کی گئی)

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ مسٹر محمود خان اچکزئی اپنی قرارداد پیش کریں ۔

خان محمود خان اچکزئی ۔ میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ ۔
چونکہ اس صوبہ میں ڈاکٹروں کی کمی کی وجہ سے ان کو مناسب تنخواہ اور مراعات نہیں ملتی ہیں اس لئے یہ اسمبلی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ ڈاکٹروں کو مناسب تنخواہ اور مراعات دیکر ان کی خدمات حاصل کی جائیں ۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ قرارداد یہ ہے کہ ۔
"چونکہ اِس صوبہ میں ڈاکٹروں کی کمی کی وجہ اِن کو مناسب تنخواہ اور مراعات نہیں ملتی ہیں۔ اس لئے یہ اسمبلی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ ڈاکٹروں کو مناسب تنخواہ اور مراعات دیکر اِن کی خدمات حاصل کی جائیں ۔"

میر صابر علی بلوچ ۔ میں اِسکی مخالفت کرتا ہوں ۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ پہلے محمود خان صاحب اپنی تقریر کریں گے ۔

خان محمود خان اچکزئی ۔ جناب والا! میری قرارداد مفصّل ہے جِسکی ضرورت واضح ہے۔ ہمارے اس لمبے چوڑے صوبے، جسکا رقبہ یورپ کے کئی ملکوں کے برابر ہے۔ میں صرف ایک ہسپتال سنڈیمن سول ہسپتال کوئٹہ ہے۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس لمبے چوڑے صوبے کے رہنے والے غریب چرواہوں محنت کش مزدوروں اور غریب لوگوں کے لئے سارے صوبے میں صرف ایک ہسپتال ہے اور اِس کی حالت بھی دیکھنے کے قابل ہے لیکن انگریزی میں کہتے ہیں SOMETHING IS BETTER THAN NOTHING (بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی) ہم پھر بھی شکر کرتے ہیں کہ کم از کم ایک ہسپتال تو ہے۔ لیکن جناب والا! اگر آپ جائیں اور اس ہسپتال کی حالت دیکھیں صبح سے لیکر شام تک ۔ مریضوں یعنی مردوں، عورتوں، بچوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے ۔ بالکل ایک نمائش کا سماں ہوتا ہے۔ یہ آتے جاتے ہیں اور مریضوں کو تکلیف دیتے ہیں ۔ اِس سے بڑا ظلم یہ کہ سارے ہسپتال میں

اِن ڈور شعبہ کے لئے صرف ایک ڈاکٹر جو تقریباً سات یا آٹھ وارڈز کو کنٹرول کرتا ہے۔ اور آؤٹ ڈور شعبہ کا بھی صرف ایک ڈاکٹر ہوتا ہے۔ میرے خیال میں آٹھ وارڈز کو بیک وقت کنٹرول کرنا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ایک انسان آٹھ وارڈوں کو ٹھیک طریقے سے کنٹرول نہیں کر سکتا۔ میں اس بارے میں وزیر اعلیٰ صاحب کو کہہ چکا ہوں اور مولوی صاحب کو (وزیر صحت) کو بھی کافی تنگ کیا ہے۔ مجھے اسکا بڑا افسوس ہے کہ مجھے صرف یہی جواب مِلا کہ ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ ابھی تک حکومت نے کوئی پروگرام مرتب نہیں کیا ہے۔ ابھی تک اس نے سوچا نہیں ہے کہ ایک بِل ابھی ہمارے اِصرار کے بعد شاید آ رہا کہ جو ڈاکٹر ہمارے صوبے کے وظیفہ اور نشستوں پہ تعلیم حاصل کرکے کامیاب ہو جاتے ہیں انکو اس بل کے قانون کے تحت واپس بلا یا جائیگا۔ میری یہ تجویز ہو گی۔ بلکہ یہ میرا مطالبہ ہے۔ چونکہ بلوچستان ایک غریب صوبہ ہے اور اسکے دیہاتوں میں ایک ڈاکٹر کا رہنا مشکل ہوتا ہے۔ تو میں یہ کہونگا کہ ڈاکٹروں کو یہاں لانے کے لئے ایک اسٹامپ ہونا چاہیئے۔ اس ڈاکٹر کی تنخواہ ان ڈاکٹروں سے زیادہ ہونی چاہیئے جو کہ کوئٹہ جیسے شہر میں خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ جو ڈاکٹر فورٹ سنڈیمن میں ہو اسکی تنخواہ کوئٹہ شہر والے ڈاکٹر کی نسبت زیادہ ہونی چاہیئے اسطرح ہمیں ایک تو علاج ومعالجے کی سہولیات میسّر ہونگی اور دوسرا یہ کہ ہمارے غریب عوام ایک معمولی مرض کے لئے بھی کوئٹہ آکر چھ دن سے لیکر ۱۵ دن تک یہاں گزارتے ہیں۔ ان تکالیف سے بچ جائیں گے۔ اور یہاں بھی اِنکو صرف ایک ڈاکٹر میسّر ہوتا ہے۔ میرے خیال میں ڈاکٹروں نے کچھ مطالبات پیش کئے ہیں اور غالباً انہوں نے ہڑتال کرنے کی بھی دھمکی دی ہے۔ کہ اگر انکو ۱۸ نمبر اسکیل نہ دیا گیا اور اِسکے علاوہ کچھ اور مطالبات بھی ہونگے کو تسلیم نہ کیا گیا۔ تو وہ ہڑتال کر دیں گے۔

جناب والا! اگر خدا نخواستہ ہمارے یہ ڈاکٹر صاحبان ہڑتال کر دیں اور سول ہسپتال میں کوئی ڈاکٹر موجود نہ ہو۔ تو ہمارے ان غریب لوگوں کا جو مکران، خاران، چمن، فورٹ سنڈیمن، ژوب کے دور دراز پہاڑوں سے یہاں آئے ہیں۔ کیا حال ہوگا؟ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا۔ اور پھر بھی کہونگا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یورپ میں تو۔ ڈاکٹروں، انجنیئروں، اور ٹیکنیکل کام کرنے والوں کو تو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ بہت پڑھتے ہیں۔ بہت محنت کرتے ہیں۔ اُن کے لئے بڑی تنخواہیں بڑی مراعات ہوا کرتی ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں گنگا اُلٹی چلتی ہے۔ جو ٹیکنیکل آدمی ہے اُسکو تو ہم ساڑھے چارسو روپے تنخواہ دیتے ہیں اور ایسا آدمی جو کالج کے دِنوں میں ہر کسی پر گزارہ کرتا ہے کہ بھائی میری حاضری لگا دینا

میں جارہا ہوں۔ ہوٹل میں چائے پیونگا۔ اور P.C.S. کا ایک معمولی امتحان دیکر اس غریب سے جو
۱۸ سال تک ہر سال ایک ایسا امتحان پاس کرتا ہے۔ جو پچھلے سال سے زیادہ سخت ہوتا ہے جسمیں پاس ہونا
زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ نہ اسمیں سفارشیں چلتی ہیں اور نہ وزیروں کے خطوط چلتے ہیں اپنی محنت اور اپنی ہمت پر
انہوں نے امتحان پاس کرنا ہوتا ہے ۱۸ سال کے بعد وہ غریب ڈاکٹر بنتا ہے اور ہم اسکو ساڑھے چار سو روپے
تنخواہ دیتے ہیں۔ اور وہ شخص جو فارسی اور اردو پڑھکر اور قسم قسم کے مضامین میں ایم اے کرنے کے بعد
پی-سی-ایس کرتا ہے تو ہم اسکو ۱۵۰۰ سے لیکر ۲۰۰۰ تک تنخواہ دیتے ہیں۔ اور پھر وہ ہمیں dictate
کرتا ہے بلکہ حکومتوں کو dictate کرتا ہے کہ ایسا کرو اور ایسا مت کرو اس میں یہ خرابی ہے اور اسمیں وہ
اچھائی ہے اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو لڑکا ۱۸ سال تک ہمت کرتا ہے پڑھتا ہے محنت کرتا ہے مُردوں
کی چیر پھاڑ کرتا ہے۔ بیماریوں کی بدبوؤں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اُسے ہم ساڑھے چار سو روپے
تنخواہ دیتے ہیں۔ اور پھر ہم مطالبہ کرتے ہیں بلوچستان میں ڈاکٹروں کی کمی کیوں ہے؟ ڈاکٹروں کو کراچی
میں آٹھ سو نو سو روپے تنخواہ ملتی ہے۔ اسکو کراچی کی تفریح کا سامان میسر ہے اُسے کراچی سے باہر جانے
کا بڑے شہروں راولپنڈی اور اسلام آباد جانے کا اور گھومنے پھرنے کا موقع ملتا ہے۔ اسکے برعکس
بلوچستان میں خاران کے علاقے میں ڈاکٹروں کو پانچسو روپے تنخواہ ملتی ہے۔ اسطرح تو نہ کوئی ڈاکٹر
یہاں آئیگا اور نہ ہی اس صوبے کی خدمت کریگا خواہ اسے جتنا بھی لوبلیں گے کیونکہ کراچی میں اس کو
ایک ہزار روپے اور ۱۲۰۰ یا ۱۳۰۰ سو روپے ملتے ہیں اس کے علاوہ شہر میں گھومنے پھرنے کی مراعات
حاصل ہیں۔ وہ ڈاکٹر جسکو کراچی میں ایک ہزار روپے ملتے ہوں، گلستان میں پانچ سو روپے تنخواہ پر
ہرگز نہیں آئیگا۔ میری اس حکومت سے گزارش ہوگی اور درخواست ہوگی کہ اس صوبے کی خاطر۔ اور
اس صوبے کے غریب عوام کی خاطر ڈاکٹروں کے لئے دلچسپی پیدا کرے۔ میں اسکا قائل ہوں کہ صوبوں کے
اندر رہتے ہوئے انتظامیہ کے لئے سختی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب تک آپ ان کو مراعات نہیں
دیں گے آپ کی سختی بے کار ہوگی وہ آپکی سختی برداشت ہی نہیں کریں گے۔ وہ آپکے احکامات کی تعمیل نہیں کرینگے
اب بھی کوئٹہ ہسپتال کی یہ حالت ہے۔ مولوی صاحب ذرا سنئے مائیں (وزیر صحت کی طرف مخاطب) آٹھ بجے
ڈاکٹروں کی ڈیوٹی ہوتی ہے۔ مگر دس بجے تک آپ کو وہاں پر کوئی ڈاکٹر نہیں ملیگا۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ حکومت نے انکو مناسب تنخواہ نہیں دی۔ اُن کے لئے مراعات نہیں رکھی گئیں ہیں وہ گھر میں بیٹھ کر

مریضوں کو دیکھتا ہے جو میرے خیال میں غیر قانونی بھی ہے اور اُن سے دس پندرہ روپے لیکر اپنی گزر اوقات کرتا ہے۔ تو میری گزارش ہوگی کہ اسطرح ہمارے ڈاکٹروں میں جو معاشرتی برائیاں پھیلی ہیں وہ بھی ختم ہوجائینگی اور دوسرا یہ کہ ہمارے غریب لوگوں اور غریب عوام کو علاج ومعالجے کا سامان میسر ہوگا۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور۔ (میاں سیف اللہ خان پراچہ) جناب اسپیکر! یہ قرارداد پیش کی گئی ہے۔ میں اصولی طور پر اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ اور ڈاکٹروں کی کمی کے متعلق اس ایوان میں کئی بار سوالات آئے اور بجٹ کے سیشن میں بھی اس پر کافی بحث ہوئی اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ صوبہ بلوچستان کو ڈاکٹروں کی ضرورت ہے ۱۹۷۲ء میں جب یہاں نیپ کی حکومت تھی۔ تو میں نے بطور ممبر ایک سوال کیا تھا جسکا جواب مجھے ملا تھا کہ اس وقت ۱۷۳ آسامیاں خالی تھیں۔ کئی ایسی ڈسپنسریاں اور ہسپتال تھے جن میں تعلیم یافتہ ڈاکٹر نہیں تھے اور وہ صورت حال آج تک بہتر نہیں ہوئی ہے ہوسکتا ہے بہتر ہوئی ہو۔ اسکے بارے میں ہمارے وزیر صحت ہی فرمائیں گے۔ زیادہ تر ڈسپنسریاں، ڈسپنسرز یا کمپاؤنڈرز چلا رہے ہیں۔ شہروں میں زیادہ ایسے لوگ جنہیں ڈاکٹری کا علم نہیں ہے وہ دکانیں کھول کر اور اپنے بورڈ سجا کر کام چلا رہے ہیں۔ میں نے پہلے بھی تجویز پیش کی تھی۔ اب بھی تجویز کرتا ہوں کہ ہمیں حکیموں کو استعمال کرنا چاہیئے تاوقتیکہ ہمیں ڈاکٹر میسر آجائیں۔ اب الحمداللہ ہمارا بولان میڈیکل کالج کام کر رہا ہے اور ڈاکٹر آئیں گے اور خالی آسامیاں پر ہوجائیں گی۔ مگر اس دوران جب تک یہ کمی اور خامی پوری نہیں ہوتی ہمیں حکیموں کو استعمال کرنا چاہیئے کیونکہ یہ لوگ کم ازکم فٹ پاتھ پر بیٹھ کر علاج کرنیوالے لوگوں سے تو بہتر ہوں گے۔ اِن کو نوکریاں دینی چاہیں۔ نیپ کی حکومت نے آتے ہی سب کو نکال دیا کہ جاؤ بھائی اپنے اپنے صوبوں میں جاؤ فرنٹیئر، سندھ، اور پنجاب کو وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے پاس آج جو تھوڑے بہت باہر کے ڈاکٹر ہیں۔ ہم انہیں بڑی مشکل سے روک رہے ہیں لہٰذا ہمیں چاہیئے اور یہ ضروری ہے کہ ان کے لئے کچھ دلچسپیاں اور اسطرح کے طریقے رکھیں کہ ڈاکٹر یہاں پر رہیں اور اس ایوان میں اس بارے میں بحث بھی ہوئی تھی۔ کہ ایک بل لایا جائے جسکے تحت ڈاکٹروں کو اس بات کا پابند کریں کہ ہر ڈاکٹر کم ازکم پانچ سال، سات سال تک یہاں پر نوکری کریں۔ یا صوبے کی خدمت کریں۔ انشاءاللہ وہ بل بھی آئیگا اور مقصد حل ہوجائیگا۔ اور ساتھ ساتھ اس کی گنجائش بھی ضروری ہے جبکی قرارداد

پیش کی گئی ہے۔ آج ہمارے وزیر خزانہ موجود نہیں ہیں۔ ورنہ وہ ہمیں بتانے کی پوزیشن میں ہوتے کہ وہ اس مسئلہ کو کہاں تک حل کر سکتے ہیں۔ ہمارا صوبہ غریب ہے اور ہم امداد سے اپنا کام چلا رہے ہیں۔ تاہم یہ مسئلہ بہت ضروری ہے۔ آج چونکہ وزیر موصوف نہیں ہیں اسلئے وہ اس پر روشنی ڈالتے۔ میں اتنا ضرور کہونگا۔ ہمارے جو بھی ڈاکٹر ہیں یعنی جو پاس ہو چکے ہیں۔ پاس ہو رہے ہیں یا آگے پاس ہوں گے اُن کو یہ اپنا فرض محسوس کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے اس صوبے کی کم از کم پانچ سے سات سال تک خدمت کریں تا کہ ہماری یہ خامی پوری ہو جائے۔ شکریہ

میر صابر علی بلوچ۔ مسٹر اسپیکر! بلوچستان میں ڈاکٹروں کی کمی انتہائی سنگین مسئلہ ہے۔ اور اس معزز ایوان میں وزیر صحت صاحب نے بار بار اعتراف کر لیا ہے کہ بلوچستان میں تجربہ کار ڈاکٹروں کی کمی ہے۔

جناب والا! سوچنا چاہیئے کہ بلوچستان میں ڈاکٹروں کی کمی کیوں ہے۔ اس مسئلہ پر ہم نے کبھی بھی حقیقت پسندانہ نظر نہیں ڈالی ہے اور مسائل اس وقت تک حل نہیں ہو سکتے جب تک ہم حقیقت پسندانہ رویہ اختیار نہیں کرتے۔ تو جناب والا! صحت کے وزیر میرے بزرگ مولوی حسن شاہ صاحب ہیں وہ تو بڑے حقیقت پسند ہیں۔ نہ صرف وہ بلکہ میرے دونوں ساتھی مولوی صاحبان۔ انہوں نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے انہوں نے ہر وقت غلط کو غلط اور صحیح چیز کو صحیح کہا ہے لیکن اس مسئلے پر میں وزیر موصوف سے آپکی توسط سے عرض کرونگا کہ وہ اسکو حقیقت کی نظر سے دیکھیں۔ کیونکہ صرف قرارداد اور بل پاس کرنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ بلکہ ہمیں چاہیئے کہ ہم ڈاکٹروں کے دل سے احساس محرومی کو ختم کریں۔ ہم اُن کی مایوسیاں ختم کریں کیونکہ ڈاکٹر صاحبان کو اُن کے عہدوں کے مطابق حقوق نہیں دیئے جا رہے ہے۔ اُن کی تنخواہ کم ہے اور پریکٹس نہ کرنے کا الاؤنس بھی انکو انتہائی کم مل رہا ہے جو غالباً ایک سو روپے سے لیکر ڈیڑھ سو روپے تک ہے۔ جبکہ وہ اتنی ہی رقم ایک دن میں کما سکتے ہیں اگر پریکٹس کریں تو ڈاکٹر صاحبان نے ابھی اپنے مسائل اور مطالبات حکومت کو پیش کئے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اُن کے تمام مسائل جائز ہیں۔ اور حکومت کو چاہیئے کہ وہ تمام مسائل اور مطالبات کو ٹھنڈے دل سے سُنے اور تسلیم کرے۔ کیونکہ یہ انسانی صحت کا مسئلہ ہے۔ انسان کی زندگی کا مسئلہ ہے اگر زندگی

ہوگی تو سب کچھ ہوگا ۔ زندگی ہی نہیں ہوگی تو کیا ہوگا ؟ زندگی ہوگی تو ہم اس ملک کی خدمت کر سکیں گے صحت برقرار ہوگی تو ہم اس قوم کو صحیح راہ پر لگا سکیں گے ۔ لیکن جناب اگر زندگی نہ ہوگی صحت نہ ہوگی تو کیا رہ جائے گا ؟ اور اسکی ذمہ داری ان ڈاکٹروں پر آجاتی ۔ زندگی اور صحت دینے اور لینے والا تو اللہ ہے ۔ لیکن بہرحال خدا نے ڈاکٹروں کو بھی کچھ چیزوں سے نوازا ہے ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹروں کے تمام مسائل کو حل کیا جائے ۔ شہروں میں جب ڈاکٹروں کی کمی کا یہ حال ہے تو جناب دیہاتوں کا موازنہ کیجئے کہ وہاں کیا صورت حال ہوگی ؟ اس ایوان میں اس مسئلہ پر کافی بحث ہوئی ہے ۔ اور میرے بزرگ مولوی حسن شاہ صاحب نے بار بار یقین دہانی کرائی ہے ۔

آخر میں میں عرض کرونگا کہ مولوی صاحب اس مسئلہ پر سنجیدگی کیساتھ سوچیں اور ڈاکٹروں کے تمام مسائل کو حل کریں تاکہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے ـــــ شکریہ

وزیر صحت ومحنت ۔ (مولوی محمد حسن شاہ) میں محمود خان صاحب کا شکریہ ادا کر رہا ہوں کہ انہوں نے یہ اہم قرارداد پیش کی ہے ۔ آپ کو معلوم ہے ۔

(اس دوران پریس گیلری سے صحافی صاحبان اُٹھ کر باہر جانے لگے مسٹر ڈپٹی اسپیکر کی توجہ اسطرف دلانے کے لئے منسٹر صاحب بیچ کھڑے ہوئے)

وزیر تعلیم و اطلاعات ۔ (میر یوسف علی خان مگسی) جناب اسپیکر ! میں آپکی اجازت سے عرض کردوں کہ میں نے آپ کے توسط سے پہلے بھی اس معزز ایوان کے سامنے عرض کیا تھا ۔ کہ ہمارے پریس والوں کی ہڑتال ہمارے خلاف نہیں ہے بلکہ انکی تحریک پورے پاکستان میں چل رہی ہے ۔ اسلئے وہ جا رہے ہیں ۔ لہذا جناب اسپیکر ! وہ ناراضگی کی وجہ سے نہیں جا رہے ہیں ۔ وہ نہ تو مجھ سے ناراض ہیں اور نہ ہی صاحب صاحب سے ناراض ہیں ۔

وزیر صحت ومحنت ۔ آپ کو معلوم ہوگا ۔ کہ اس صوبے میں ڈیڑھ سو کے قریب آسامیاں خالی ہیں ۔

اس پر تو میں رو رہا ہوں۔ اور اب ایک خوشخبری اور سنا رہا ہوں کہ ظہور احمد۔ ایک ڈاکٹر تھا حکومت نے اسکو رقم اور خرچہ دیکر لندن بھجوایا۔ مگر وہ تو لندن کا شہری بن کر وہیں بیٹھ گیا ہے آخر کیوں آئے؟

یہاں پہ ڈاکٹر کی تنخواہ پانچسو روپے ہے۔ آپ لوگ سات سو روپے دیدیں تو کیا فرق پڑیگا؟ مجھے کہنے دیجئے کہ میں تو موجودہ ڈاکٹروں سے ڈر گیا ہوں۔ یہ بھی ایک ایک کرکے۔ انشاءاللہ عرب، لندن، یورپ چلے جائیں گے کیونکہ وہاں پہ ۱۱ ہزار ملیں گے۔ ۱۵ ہزار ملیں گے۔ کیا وہ بے وقوف ہیں کہ وہ پانچسو پہ یہاں بیٹھینگے؟ اور جیسا کہ میں نے کہا ملا تو گھر میں ہیں۔ کہتے ہیں ایک جاہل تھا اور ایک ملّا تھا۔ دونوں قاضی کے پاس آئے۔ ملّا نے تقریر کی۔ جاہل اٹھ کر جانے لگا۔ اُس سے کہا گیا کہ بھائی تم بھی کچھ بولو۔ کہنے لگا۔ ملّا بس ہے۔ وہی فیصلہ کریگا۔ اور میرے منہ میں مٹی آئیگی۔ تو میں کہتا ہوں ڈاکٹروں کی کمی کا بھی یہی انجام ہوگا۔ کہ یہاں علاج نہیں ہو سکے گا۔ اور ہر ایک کو لندن بھجوانا پڑے گا۔ اور ہمارے سب ہسپتال خالی ہو جائینگے۔
میرا مطلب یہ ہے کہ آپ خدا سے ڈریں اور یہ اسمبلی اس مسئلہ سے وفاقی حکومت کو بھی باخبر کردے۔ تاکہ اس سلسلہ میں مرکز سے رقم وصول کی جائے۔ تاکہ ہم اس رقم کو ڈاکٹروں پر خرچ کریں۔ اور ان ڈاکٹروں کی تنخواہ معقول ہو جائے۔ جس پہ پنجاب اور سندھ کے ڈاکٹر بھی رشک کریں اسطرح ہمارے ڈاکٹر خوش ہو جائیں گے۔

ایک بات اور کروں۔ ذرا باریک بات ہے؟ ایک ڈاکٹر وہ ہے جو شہر میں ہے۔ اور دوسرا وہ ہوتا ہے جسکو دیہاتوں میں بھیجا جاتا ہے۔ تو ان ڈاکٹروں کو جو دیہاتوں میں خدمت انجام دیں گے۔ شہر میں ملازمت کرنے والے ڈاکٹروں کی نسبت برتر تنخواہ اور مزید مراعات دی جائیں گی

(تالیاں)

کیونکہ وہ اسکا حقدار ہے۔ انشاءاللہ اسطرح شہر کے ڈاکٹروں کا بھی یہی مطالبہ ہوگا کہ ہمیں دیہات میں بھجوا دو۔ کیونکہ ہم بھی ہوشیار ہیں مگر ڈاکٹر بھی چالاک ہیں۔ وہ ضرور اس میں اپنا فائدہ پائینگے میں اسمبلی کے معزز ممبروں سے درخواست کروں گا کہ وفاقی حکومت کی خدمت میں اس معاملہ کو پہنچائیں کیونکہ یہ صحت کا یعنی مرنے اور جینے کا سوال ہے۔ یہ بلوچستان کی ہلاکت کا سوال ہے۔ [illegible] صحت سے اہم کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ میں اگر جنگلات کو دی گئی رقم پر تنقید کروں تو سیف اللہ پراچہ ناراض ہو جائیں گے کیونکہ ۳۵ لاکھ روپے کی خطیر رقم۔ سے اگر ۵ لاکھ روپے۔ ڈاکٹروں کو دیدیئے

جائیں تو کیا مضائقہ ہے ؟ کیا حرج ہے ؟۔
مُرغبانی اور تجرباتی فارم پر ۱۲ لاکھ روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ ہماری توبہ مُرغ کا گوشت کھانے سے ؟ میں کہتا ہوں کہ یہ ۱۲ لاکھ بھی ڈاکٹروں کو دیئے جائیں۔ ہم بیزار ہیں مُرغبانی سے بھی اور تجرباتی فارموں سے بھی۔ ڈاکٹر کی وجہ سے ہم مرتے اور جیتے ہیں (تحسین و آفرین)
اگر یہ نہیں ہو سکتا تو اسکے لئے مناسب یہ ہے کہ میری تجویز کے مطابق مرکز سے رقم طلب کی جائے۔
کیونکہ ہمیں اس اہم مسئلہ کا سامنا ہے۔ اور ہمیں مدد کی ضرورت ہے۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر: اب سوال یہ ہے کہ۔

چونکہ اس صوبہ میں ڈاکٹروں کی کمی کی وجہ سے اُنکو مناسب تنخواہ اور مراعات نہیں ملتی ہیں۔ اس لئے یہ اسمبلی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ ڈاکٹروں کو مناسب تنخواہ اور مراعات دے کر اُن کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(قرارداد منظور کی گئی)

مسٹر ڈپٹی اسپیکر: اجلاس کی کارروائی آدھے گھنٹے کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

(۱۱ بجکر ۳۰ منٹ پر اجلاس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی ہوگئی)

(اجلاس دوبارہ ۱۲ بجے دوپہر شروع ہوا)

مسٹر ڈپٹی اسپیکر: نواب زادہ تیمور شاہ اپنی قرارداد پیش کریں۔

نوابزادہ تیمور شاہ جوگیزئی: میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ،
یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ صوبائی حکومت انتظام کر

کہ جس طرح کہ قلات ڈویژن میں دیوانی مقدمات کا شرعی قانون کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے اس طرح صوبے کے باقی حصہ میں بھی ہو۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ قرارداد یہ ہے کہ :۔

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ صوبائی حکومت انتظام کرے کہ جس طرح کہ قلات ڈویژن میں دیوانی مقدمات کا شرعی قانون کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے۔ اس طرح صوبے کے باقی حصہ میں بھی ہو"۔

مسٹر محمود خان اچکزئی۔ جناب میں اسکی مخالفت کرتا ہوں۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ پہلے تیمور شاہ صاحب بولیں گے۔

نوابزادہ تیمور شاہ جوگیزئی۔ جناب! چونکہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اور یہاں اسلامی حکومت ہے۔ اور کئی دفعہ سربراہان مملکت نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ یہاں اسلامی نظام لائیں گے۔ ایک صوبہ کی ایک کمشنری میں شریعت نافذ ہے اور باقی میں نہیں ہے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ سراسر ظلم ہے اور اس کے علاوہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ہمارے پٹھانوں نے جمعیت العلمائے اسلام کو صرف اسی وجہ سے ووٹ دیئے تھے کہ وہ اس ملک میں اسلامی شرعی نظام لائیں گے۔ اس سلسلہ میں ایک کمیشن قائم کیا گیا جس میں قانون کے سات جج تھے جو وکیل تھے۔ ایک جج نفل غنی صاحب تھے۔ یہ ہو گئے آٹھ۔ جمعیت کی طرف سے مولوی عبدالغفور صاحب ایک قلات کے قاضی تھے۔ جنکا نام سعد اللہ ہے۔ اور سارے بلوچستان سے قبائل کی نمائندگی میں نے کی تھی۔ ہم نے تقریباً چھ مہینوں تک سارے بلوچستان کے کونے کونے کا دورہ کیا اور لوگوں کے خیالات معلوم کئے۔ یہاں تک کہ ہرنائی، قلات اور بھاگ کے ہندوؤں نے بھی یہی مطالبہ کیا کہ ہمیں اسلامی شرعی نظام چاہیئے اور ہمیں انگریزی قانون سے نجات دلائی جائے۔ جب ہندو۔ کافر بھی شرعی نظام کا مطالبہ کرے تو میرے خیال میں ایک مسلمان کے لئے یہ کہنا کہ اسے یہ نہیں چاہیئے۔ باعث شرم ہے۔ یا یہ کہ وہ اسکی مخالفت کرے۔ ہم

مسلمان ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ سارا نظام اور سب قانون شرعی ہونے چاہئیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو کم از کم ابھی سے دیوانی مقدمات کا شرعی قوانین کی روشنی میں فیصلہ ہونا چاہیئے۔ اگر یہ کامیاب رہا تو اگلا قدم ہم پھر آگے بڑھائیں گے۔ اگر یہ بھی ایسا ہوا کہ ایک دفعہ وَن یونٹ بنے پھر تین یونٹ بنیں اور آخر میں دس یونٹ بنیں۔ اسکی مثال یہی ہوگی کہ ایک آدمی درزی کے پاس کپڑا لے جائے کہ اِس سے میرے سُوٹ بناؤ۔ اور اسکی کٹنگ خراب ہو جائے تو پھر دوسرا سوٹ بنوانا ہے وہ خراب ہو جاتا ہے۔ اسلئے یہ بھی ہم آزمالیں دیکھ لیں کہ یہ صحیح چلتا ہے یا کہ نہیں۔ یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ نے کہا یہ میرا قانون ہے اسلئے ہم بولتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے۔ یہ ہونا چاہیئے۔ اور ضرور ہونا چاہیئے۔ ورنہ ہم اسکی خاطر واک آؤٹ کریں گے۔ اور اگر اسمبلی کو چھوڑنا پڑا تو ہم ایسا بھی کریں گے۔ ہم تیار ہیں۔ اِسکے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہو۔

میر شاہنواز خان شاہیانی۔ جنابِ والا! میں اِس قرارداد کی پرزور حمایت کرتا ہوں۔ لیکن یہ عرض بھی کرتا ہوں کہ صرف دیوانی مقدمات ہی نہیں بلکہ فوجداری اور سب قوانین اسلامی ہونے چاہئیں۔ باقی سوال رہا کامیابی کا۔ تو یہ ناکام ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ خدائی قانون ہے اور ہمیشہ انشاءاللہ کامیاب رہے گا۔ اور یہی قانون ہے جسکے ذریعے ہماری سب مشکلات حل ہو جائیں گے۔ اسلئے میں عرض کرونگا کہ ہمارے سب قوانین اور پورا نظام شریعت کے مطابق ہونے چاہئیں۔

وزیر صحت و محنت۔ (مولوی محمد حسن شاہ) پہلے تو میں نواب صاحب کا اِس قرارداد کو پیش کرنے کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دوسرے ممبر یعنی شاہیانی صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارے سب قوانین اسلامی ہونے چاہئیں۔ اِسکی وجوہات یہ ہیں کہ قرآن مجید میں رب العٰلمین نے فرمایا ہے۔ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُولِهٖ۔ (یعنی اطاعتِ خدا و رسول کرو۔ حاکمِ زمانہ جو مسلمان ہو اُسکی بھی اطاعت کرو۔ اگر تمہاری لڑائی کسی قوم کے ساتھ ہو جائے۔ تو اُسے اللہ اور اُسکے رسول کے سپرد کر دو۔

نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت کے زمانے میں جیسا کہ نواب صاحب نے فرمایا ہم لوگوں نے ایک لاء کمیشن

بنایا تھا اور نواب صاحب بھی اسمیں شامل تھے۔ اور اس کمیشن میں علما بھی موجود تھے۔ سب بلوچوں اور سب پٹھانوں نے مطالبہ کیا کہ ہماری حکومت اسلامی شرعی نظام کے مطابق ہونی چاہیئے۔ جب یہ لوگ دورہ کرکے واپس آئے۔ تو اسمبلی کے اجلاس کے دنوں میں ۔ میں نے کھڑے ہو کر عطا اللہ صاحب سے کہا۔

کہ افسوس ہے کہ سب مسلمان بلوچ اور سب مسلمان پٹھانوں نے فیصلہ کیا ہے کہ شرعی نظام ہونا چاہیئے مگر آپ بھی تو مسلمان ہیں۔ آپ خاموش کیوں ہیں ؟ شرم کرنی چاہیئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جیسا شاہلیانی صاحب نے فرمایا ہے کہ سب احکام دین کے مطابق ہونے چاہئیں۔ میں ایک آیت مقدسہ پڑھتا ہوں۔ رب العلمین نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۔

اگر آدمی قرآن پاک کی بعض چیزوں پر ایمان لاتا ہے اور بعض پر ایمان نہیں لاتا ہے یعنی آدھا کافر اور آدھا مسلمان بن گیا تو جناب یہ ایمان خدا کو منظور نہیں ہے۔

جس انسان نے ایسا کام کیا آدھے قرآن کو تو مانتا رہا اور آدھے کو نہ مانا ایسے انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قرآن مجید میں ۔ اس انسان کو میں قیامت کے دن سخت ترین عذاب دوں گا۔ جو میرے قرآن کی ہتک کا مرتکب ہوا ہوگا۔

وزیر تعلیم ۔ (میر یوسف علی خان مگسی) جناب والا! میں اس تحریک کی حمایت کرتا ہوں۔ اس لئے کرتا ہوں کہ یہ ایک جائز چیز ہے۔ شریعت کا قانون ہونا چاہیئے۔ اور شریعت کی کسی دفعہ سے بھی کوئی مسلمان قطعی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ جیسے کہ ہمارے محترم رکن میر شاہنواز خان شاہلیانی نے فرمایا ہے کہ نہ صرف دیوانی مقدمات بلکہ فوجداری اور تمام قوانین بھی اسلامی قانون کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اس کیلئے میں عرض کرتا ہوں کہ یہ موضوع کا ذکر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بات دیوانی معاملات کی ہو رہی ہے۔ میں ایک تجویز پیش کر رہا ہوں۔ اس سے پیشتر بھی میر شاہنواز خان شاہلیانی کی ایک تحریک تھی۔ میں اس پہ بھی ایک تحریک پیش کرنا چاہتا تھا۔ مگر جناب نے اسکا موقع نہیں دیا تھا۔ اور ہمیں آپ کے حکم کا احترام کرنا ہے۔

جناب اس بارے میں یہ رائے کہ انگلستان جیسا ملک جہاں لوگوں کا عام مذہب اسلام نہیں ہے وہاں بھی شرعی قانون پڑھایا جاتا ہے۔ اب اگر ہمیں یہاں پر شرعی قانون نافذ کرنا ہے اور کرنا چاہیئے تو ہم کیوں نہ ایسا بندوبست کریں کہ ہمارے علمائے کرام کے لئے باقاعدہ سند یا ڈگری شریعت کے قانون کی حاصل کرنے کا بندوبست کیا جائے۔ جب ہم اس شرعی قانون کو نافذ کردیں گے تو ہمارے جج صاحبان بیٹھیں گے تو فیصلہ کرتے وقت اس کا معیار بھی ایک جج کے برابر کا ہو۔ اور ساتھ ساتھ اگر آپ اجازت دیں اگرچہ یہ موضوع زیر بحث نہیں اور پہلے بھی میں عرض کرنے والا تھا مگر جناب نے موقع نہیں دیا۔ کہ اسکولوں میں دینی تعلیم دینے کے سلسلے میں ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور اس میں محرک صاحب بھی ہوں۔ اور میاں صاحب جو کہ ہمارے وزیر قانون ہیں بھی شامل ہوں اور علمائے دین بھی تشریف فرما ہوں تاکہ وہ مل بیٹھ کر ایک ایسا نظام قائم کریں جس میں کسی ایک کو بھی یہ اعتراض نہ ہو کہ جی یہ بات فلاں فرقے کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کو تو ہم سب مانتے ہیں، حدیث کو تو ہم سب مانتے ہیں باقی مکتبۂ فکر ہیں جو مختلف ہیں جن میں کوئی شیعہ مکتبۂ فکر کے ہیں۔ کوئی وہابی مکتبۂ فکر کے ہیں اور کوئی سنی مکتبۂ فکر کے لوگ ہیں۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ہم ایک مشترک نظام قائم کریں۔ جس کے تحت کسی کو دینی قانون کو رائج کرنے میں کسی کو بھی اعتراض نہ ہو۔ ان تجاویز کے ساتھ میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں ـــــ شکریہ

(تالیاں)

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات و آبپاشی۔ (مولوی صالح محمد) جناب اسپیکر! میں اس قرارداد کی بھرپور حمایت کرتا ہوں آپ صاحبان اس کمیٹی کے ممبر بھی رہے ۱۹۷۲ء کی جولائی میں سردار عطاء اللہ صاحب نورٹ سنڈیمن گئے۔ غالباً میں بھی اس جگہ پر موجود تھا۔ کہ سردار صاحب بمعہ جملہ سردار صاحبان جو شاہی جرگہ کے ممبر تھے۔ نے واک آؤٹ کیا تھا۔ کہ اگر ضلع میں اسلامی قانون کے علاوہ اگر کوئی قانون بھی نافذ کیا گیا ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ ہم ابھی بھی انکو آفرین کہتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اب بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ اگر ہماری یہ بات نہ مانی گئی تو ہم پھر بھی واک آؤٹ کریں گے۔ الحمد للہ ہم سب مسلمان ہیں۔ جیسا کہ شاہلیانی صاحب نے فرمایا ہے کہ دیوانی اور فوجداری سب مقدمے اسلامی قانون

کے مطابق ہونے چاہئیں۔ میرے خیال میں انکا فرمانا بجا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ کوئی مشکل نہیں ہے۔ بہرحال۔ اگر پانچ نمازوں میں سے اگر کوئی مسلمان چار نمازیں پڑھے اور ایک چھوڑ دے یا تین نمازیں پڑھے یا دو کو چھوڑ دے تو میرے خیال میں یہ بھی بالکل نماز نہ پڑھنے سے بہتر ہے۔ لہٰذا اگر ہم ایک دفعہ میں دیوانی مقدمات کے سلسلے میں اسلامی قانون نافذ کر دیں اور پھر آگے چل کر فوجداری مقدمات بھی شرعی قانون کے مطابق فیصلہ ہوا کریں۔ لیکن صحیح چیز تو یہ ہے کہ جیسا قرآن میں آیا ہے۔ اُس کے مطابق دیوانی اور فوجداری کے ساتھ اور جتنی احادیث اِس سلسلہ میں موجود ہیں اُنکے مطابق شرعی نظام اگر ایک ہی دفعہ میں نافذ ہو جائے تو بہت بہتر ہے اور صحیح ہے۔

ہمارے صوبے میں پسماندگی کی حالت بہت زیادہ۔ میرے خیال میں عام لوگوں کے بس میں یہ نہیں ہے کہ وہ ایک وکیل خدمات حاصل کریں اور متواتر دس پندرہ سال تک اُسکے اخراجات برداشت کر سکیں۔

اسلئے میرے خیال میں یہ قرارداد موزوں اور اسلام اور پاکستان کے نظریئے کے مطابق ہے۔ اسلئے میں اسکی بھرپور تائید کرتا ہوں۔ اور جیسا کہ ہمارے نوابزادہ صاحب نے کہا کہ اسکے نافذ نہ ہونے کی صورت میں انشاءاللہ ہم واک آؤٹ بھی کریں گے۔ (ایک آواز۔ مولوی صاحب۔ کیا آپ بھی واک آؤٹ کریں گے؟)

جی ہاں! بالکل کریں گے۔

میں سردار صاحب کے علاوہ میاں سیف اللہ پراچہ صاحب کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ کہ اُنہوں نے اس بارے میں جو کوشش کی ہیں یا ابھی کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں قابل ستائش ہیں۔ میاں صاحب نے مرکز کو لکھا ہے۔ اُدھر سے منظوری حاصل ہو جانے کے بعد انشاءاللہ جلد از جلد نافذ ہو جائے گا۔ باقی لاء کمیشن کی رپورٹ کی بات ہے تو اسکے چیئرمین نے اطلاع دی کہ وہ مکمل ہے۔ سردار عطاءاللہ صاحب کی اہلیہ فوت ہو گئی تھیں وہ کراچی چلے گئے۔ اور یہاں نہیں ہیں۔ اور میں تین دفعہ بزنجو صاحب کے پاس گیا کہ جناب لاء کمیشن رپورٹ ہمیں دیدیں تاکہ اسکو ہم اسمبلی میں پاس کر لیں۔ چونکہ انکی منشاء نہیں تھی اسمبلی اسکو پاس کر دیتی اور یہاں شرعی نظام نافذ ہو جاتا۔ بعد میں میں اور مولوی حسن شاہ صاحب تھے یا نہیں تھے۔ شاید وہ تھے، مولوی شمس الدین صاحب تھے۔ مفتی صاحب، مولانا عبدالحق صاحب جو ہمارے قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ مختصراً ہم سب تھے۔ اسلام آباد میں مفتی صاحب کی معیت میں ولی خان کے پاس گئے۔ اُس وقت ولی خان صاحب نے تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ کہ آیا وہ ایسا کریں گے یا نہیں کریں گے۔

اور بزنجو صاحب نے اعتراف کیا آپ میرے پاس آئے مگر میں بعض وجوہات کی بناء پر کچھ نہیں کر سکتا۔

ابھی ہمارے ہاں مرزائیوں کا مسئلہ کھڑا ہوا ہے۔ جب تیس تاریخ کو یہ معاملہ اسمبلی میں پیش ہونا ہے۔ اور اسکے تقریباً ۲۰ روز قبل اعلان کیا گیا تھا کہ یہ مسئلہ ۳۰ تاریخ کو اسمبلی میں پیش ہوگا۔ اس پر تبصرہ ہوگا۔ بعض سیاسی رہنما جب اس تاریخ کا سُن لیتے ہیں تو باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ کوئٹہ آجاتے ہیں فاتحہ کے لئے۔ میرے خیال میں شرعی لحاظ سے یہ صحیح نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق کسی کی وفات پر لوگ تین دن تک فاتحہ کے لئے آتے ہیں اور بعد میں شاذو نادر ہی کوئی شخص مرحوم کے لیماندگان کے پاس آتے ہیں یعنی شرعی فاتحہ تین دن تک ہوا کرتی ہے۔ اگر خان صاحب تشریف لانا چاہتے تو پہلے بھی آسکتے تھے۔ اور ایک بار پھر بھی جب وہ یہاں آئے تھے۔ میرے خیال میں اُس وقت بھی عبدالصمد خان شہید ہوچکے تھے۔ اور شاید مولوی شمس الدین مرحوم جب شہید ہو گئے۔ اس وقت بھی وہ نہیں آئے تھے۔ مجھے یاد نہیں۔ بہر حال یہ بھی ایک سیاسی فاتحہ تھی۔

(ایک قہقہہ)

اُن کا مرزائیوں کے معاملہ پر بحث کرنے سے غیر حاضر رہنا صرف اس خوف سے تھا کہ مبادا کوئی مرزائی اُن سے ناراض ہو جائے میرے خیال میں جب کسی پارٹی کا لیڈر ایسا کام کرتا ہے۔ تو افسوس ہے۔ پہلے بھی ہم نے کہا ہے کہ وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ یہ فیصلہ تو چودہ سو سال پہلے ہو چکا ہے کہ رسول کریم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئیگا۔ اور ہمارا جو آئین اپریل ۱۹۷۳ء میں نافذ ہو چکا ہے اس میں بھی اِن سب کے دستخط ہیں یہ لوگ اس وقت تو سو فیصد راضی تھے۔ اور کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ اس وقت اور اُس جگہ پر میں بھی موجود تھا۔ اس آئین میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ پاکستان کا صدر اور وزیر اعظم مسلمان ہوں گے اور ان کے حلف میں بھی واضح طور پر درج ہے کہ اُن کا ایمان ختم نبوت پر ہوگا۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ مسلمان ہوں گے اِس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ جو شخص ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا مسلمان نہیں ہے۔

(تالیاں)

ہمارے وزیر اعظم صاحب نے لاہور میں بتاریخ ۱۳ رمئی ۱۹۷۴ء اپنی تقریر میں صاف طور سے فرمایا کہ وہ مسلمان ہیں اور ختم رسل پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والا مسلمان نہیں ہے۔ بعض بھائی صاحبان چند علماء کا نام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ علماء پیپلز پارٹی پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ (چہ میگوئیاں)

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ مولوی صاحب یہ مت بھولئے کہ اِسوقت آپ جس موضوع پر بول رہے ہیں۔ وُہ یہ ہے کہ آیا تلات ڈویژن کے بعد بلوچستان کے دوسرے حصوں میں بھی اسلامی قانون نافذ کیا جائے۔ آپ اِس کے حق میں بول رہے ہیں یا مخالفت کر رہے ہیں ؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات و آبپاشی ۔ جناب میں اِسکے حق میں بول رہا ہوں۔ انشا اللہ اس کے لئے میں اپنا خون بھی دوں گا۔ لیکن جو باتیں اس ایوان میں کی جاتی ہیں اُن کی وضاحت بھی ضروری ہوتی ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ یہ ملک یونہی نہیں بن گیا۔ بلکہ ایک نظریئے کے تحت وجود میں آیا ہے۔ یہ ہمارا پدری ملک نہیں ہے۔ (ہمیں ورثہ میں نہیں ملا ہے) اسلئے ہمیں بھی ہوشیار رہنا پڑیگا۔ ہوشیار رہنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اسکو خراب کریں۔ اِس سے اِنکار کریں۔ ہم اسلام کی بے ادبی کبھی نہیں کریں گے۔ اگر کوئی صاحب اسلام کو نہیں اپنا تا بلکہ آدھے پر عمل کر لیتا ہے تو میرے خیال میں وہ دس روزہ دن کا ثواب ضرور کماتا ہے۔ لیکن جتنے روزے رکھے گئے اُن کا ثواب تو کہیں بھی نہیں گیا۔ نماز میں بھی اسی طرح فرق ہے اور دیگر افعال میں بھی اسی طرح فرق ہے بہر حال میرا مطالبہ تو یہی ہے کہ۔ ہمارے صوبے میں آہستہ آہستہ اسلام آنا چاہیئے بلکہ سارے پاکستان میں کیونکہ یہ نظریاتی ملک ہے اور اسی لئے یہ حاصل کیا گیا تھا۔ لہٰذا میں اس قرارداد کی پر زور تائید کرتا ہوں۔

(تحسین و آفرین)

وزیر صحت و محنت ۔ (مولوی محمد حسن شاہ) جناب والا! ایک نقطہ بتانا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اخباروں کے توسط سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب یہ مسئلہ شروع ہوا۔ تو میرے محترم دوستوں نے وزیر اعظم پر کافی دباؤ ڈالا کہ تین دن میں اس مسئلہ کا فیصلہ کرو۔ ورنہ تمہارا تختہ اُلٹ جائے گا۔ مگر بھٹو صاحب نہایت دانشمند انسان ہیں ان لوگوں نے اسقدر آگ جلائی کہ اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ لیکن اس دانشمند، عقلمند نے بڑا ہی پُر معنی جواب دیا کہ میں مسلمان ہوں میرا دل مسلمان ہے میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں اور جس کا ختم نبوت پر ایمان نہیں ہے وہ کافر ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں تو ایک انسان ہوں۔ وزیر اعظم ہوں۔ بھلا میں کسطرح اس کا

فیصلہ کر سکتا ہوں۔ فیصلہ کرنے والے تو عوام ہیں مجھے تو اس سلسلہ میں عوام سے پوچھنا پڑے گا۔ اور میں یہ مسئلہ ان کے سپرد کر دوں گا۔ لہٰذا انہوں نے قومی اسمبلی پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی ہے۔ اس اسمبلی میں سندھ، پنجاب، سرحد اور بلوچستان کے نمائندے شامل ہیں۔ اب میرے دوستوں نے جب سوچا کہ قومی اسمبلی والے تو سب مسلمان ہیں یہ کام سرانجام پائیگا۔ اور کام بن جائیگا۔ اور یہ واضح امر ہے۔ شعر عرض کرتا ہوں ؎

بستم بسے خیال کہ بنیم جمال دوست
این ہم نشد میسر سودائے خام شد

لہٰذا ان کا مدعا حاصل نہ ہوا —— (تحسین و آفرین) ۔ کام بگڑ گیا۔ جو مطلب تھا بگاڑ نے کا وہ پورا نہ ہو سکا۔ ابھی یہاں تشریف لائے ہیں شاید پھر پاکستان کے لئے نئی مصیبت بنا دیں۔ پاکستانیوں کو یہ مسئلہ بتا دوں کہ جو انسان قرآن پر ایمان نہیں رکھتا ہے۔ اور عمل نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے۔

مسٹر محمود خان اچکزئی۔ جناب اسپیکر! میں کوئی مولانا نہیں ہوں اور نہ ہی خدا مجھے ایسا کرے نہ ہی مجھے علم ہے جتنا کہ میرے مہربان وزراء مولانا صالح محمد اور مولانا محمد حسن شاہ کو ہے تاہم تھوڑی بہت معلومات ہیں۔ کیونکہ میں بھی ایک مسلمان گھرانے کا فرد ہوں شاید وہ غلط نہ ہوں۔ میں اس ایوان کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میں نے اس قرارداد کی مخالفت کی ہے اور اب بھی مخالفت کرتا ہوں۔ اس وجہ سے کہ یہ قرارداد۔ اسلام۔ اسلامی قانون قرآن مجید اور شرعی نظام کے ساتھ ایک مذاق کی حیثیت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" یعنی میں نے آج کے دن تمہارے لئے اپنا دین مکمل کر دیا ہے۔ آیت کا مولوی صاحب کو پتہ ہوگا۔ آگے فرمان ہے کہ یہ آپ کے لئے ایک نعمت ہے۔ اس میں صاف واضح ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ ایک مکمل نظام ہے۔ جیسا کہ تیمور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ہمارا ملک اسلام کی بنیاد وں پر بنا ہے ہمیں اس سے انکار نہیں اور نہ ہی ہم اسلامی نظام سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن آپ کی قرارداد سے یہ واضح ہے اسمیں یہ نہیں مانگا گیا ہے کہ تمام بلوچستان میں شرعی نظام نافذ ہو۔ اس میں صرف

کیا گیا ہے کہ صوبائی حکومت انتظام کرے کہ جس طرح قلات ڈویژن میں دیوانی مقدمات ہیں ....

میں نے مذاق صرف اسلئے کہا ہے کہ ہمارے اس معزز ایوان کے ارکان کو اسلامی نظام میں صرف دیوانی مقدمات کا حل نظر آیا۔ آگے قرآن مجید میں آیت ہے جیسے مولوی حسن شاہ صاحب نے بھی پڑھا کہ اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ ۔ اس کا مطلب کچھ یوں ہے کہ بھائی آپ کتاب کے بعض حصوں کو مانتے ہیں اور کیا آپ بعض کو نہیں مانتے ؟ یہ قرارداد اسکی بعینہٖ شکل ہے۔ اسلام کے تمام نظام میں سے ہمارے اس معزز ایوان نے صرف دیوانی مقدمات کو لاکر رکھ دیا ہے کہ انکو نافذ کیا جائے ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات و آبپاشی ۔ " اَفَتُؤمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ ۔ کا ترجمہ یہ تو نہیں ہے۔ تکفرون کا معنی انکار ہے اور ایمان کا معنی تصدیق کے ہیں ۔

(چہ میگوئیاں)

(نہ سمجھ میں آنے والی باتیں)

میر صابر علی بلوچ ۔ پوائنٹ آف آرڈر ! جناب میرے دوست محمود خان صاحب نے اعتراف کر لیا ہے کہ اُن سے زیادہ پڑھے لکھے عالِم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو اسلام کو بہتر سمجھتے ہیں۔ جب مولوی صاحبان اُن سے بہتر طریقے پر سمجھ سکتے ہیں تو بحث کی ضرورت ہی کیا ہے ؟

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ صابر صاحب ۔ آپ بیٹھ جائیے ۔

(چہ میگوئیاں)

مسٹر محمود خان اچکزئی ۔ تو پھر ہم بھی اس آیت کا ترجمہ یوں ہی کریں گے ۔ جیسے وہ کرتے ہیں آیت میں ہے کہ کیا آپ بعض حصوں کو نہیں مانتے ۔ اس سے انکار کرتے ہیں ۔ یہ قرارداد صاف انکار ہے۔ انکار اِس مفہوم میں ہے ۔کہ آپ نے صرف دیوانی مقدمات لاکر رکھ دیئے ہیں۔ انکار اس مفہوم میں نہیں ہے کہ آپ نہیں مانتے۔ اگر آپ اس بارے میں سنجیدہ ہیں اگر ہمارا ایوان اور علماء صاحبان سنجیدہ ہیں

توجناب ہمیں تمام کا تمام اسلامی نظام لانا چاہئے۔ لیکن اسلام کی بعض باتوں کو تو اپنایا جائے اور شرعاً فیصلہ کیا جائے اور بعض کو نہ اپنایا جائے۔ تو میں اسکی مخالفت کرونگا۔ اور آخری وقت تک مخالفت کرونگا۔ لہٰذا اس ایوان میں مکمل شرعی نظام لانے کا بل لانا چاہیئے تو سب سے پہلے میں اسکی تائید کرونگا۔ کہتے ہیں قلات میں دیوانی مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے شرعی نظام نافذ ہے۔ لیکن میری شنید میں آیا ہے کہ وہ علمائے کرام جو دیوانی مقدمات سنتے ہیں۔ یا تو اُنکا علم کم ہے اور یا ناجائز تو میں نہیں کہونگا کیونکہ میرے ساتھی برا مان جائیں گے۔ وہاں بھی لین دین ہوتی ہے جو آدمی پہلے پہنچ جاتا ہے قاضی صاحب کے پاس تو اُن کی علم کی کمزوری کی وجہ سے کیونکہ اسلامی تعلیمات کے متعلق اُن کا علم کم ہے وُہ رشوت لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے میری گزارش ہوگی اگر ہمارے علماء صاحبان اسلام کا نظام لانا چاہتے ہیں۔ تو سارے بلوچستان میں اسلامی نظام لانے کے لئے اس ایوان میں بل فوری طور پہ لایا جائے۔ ورنہ جزوی طور اس کے رائج کرنے کی میں مخالفت کرتا ہوں۔

<u>وزیر قانون و پارلیمانی امور</u>۔ (میاں سیف اللہ خان پراچہ) جناب اسپیکر! یہ قرارداد جو میرے دوست نواب تیمور شاہ جوگیزئی نے پیش کی ہے۔ اسکے متعلق میرے معزز ساتھیوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ہمارے علمائے دین مولوی حسن شاہ صاحب اور مولوی صالح محمد صاحب نے بھی تقاریر فرمائیں اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مگر ایک بات یہاں پہ بطورِ اعتراف کہی گئی ہے کہ مولانا صالح محمد صاحب نے یا مولانا محمد حسن شاہ صاحب نے جو کوششیں کی تھیں وہ ناکام ہوگئیں۔ یہ پیپلز پارٹی کی برکت ہے۔ اور یہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کے کارنامے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے منشور میں یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے اور آئین کے اندر بھی یہ چیز واضح کردی گئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ سہرا بھی پیپلز پارٹی کے سر ہوگا کہ اسلامی قوانین اس ملک میں قدم بقدم آئیں گے۔

(تالیاں)

جناب اسپیکر! جام میر غلام قادر خان اور پیپلز پارٹی کی حکومت یہ چاہتی ہے کہ اسلامی قانون کو آئین کے مطابق لایا جائے۔ چنانچہ یہ مسئلہ بھی کافی عرصہ سے اِس حکومت کے زیر غور ہے۔ اور چونکہ میں وزیر قانون ہوں۔ اور یہ مسئلہ میرے پاس آیا اور اب بھی میرے پاس تفصیل موجود ہے۔ لاء کمیشن کی رپورٹ

موجود ہے۔ دستور العمل دیوانی موجود ہے۔ اور آج میں راولپنڈی جا رہا ہوں۔ شاید اس مسئلہ پہ مجھے بات کرنے کا موقع ملیگا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ جہاں تک قلات ڈویژن کا تعلق ہے وہاں پہ یہ قانون نافذ ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ لس بیلہ، مکران، خاران، قلات، خضدار کچھی یہ تو پہلے سے اسمیں شامل ہیں پھر ہمارے قبائلی علاقے آتے ہیں۔ تو ان میں یہ قانون اس صورت میں نافذ کر سکتے ہیں جبکہ ہم صدر (مملکت) صاحب کی اجازت حاصل کرلیں۔ جوکہ آئین کی شرط ہے ان کو چھوڑ کر ضلع کوئٹہ یا غیر قبائلی علاقے آتے ہیں اضلاع سبی، لورالائی کے کچھ حصے ہیں تو ان کے بارے میں۔ میں وفاقی حکومت سے بات کروں گا اور اس مسئلہ کو حل کریں گے۔ جہاں تک ہماری حکومت کا تعلق ہے تو ہمیں اس چیز پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور میں اسکے حق میں بھی ہوں کہ ہم قدم بقدم آگے بڑھیں۔ جیسا کہ ہمارے محترم دوست نے کہا ہے کہ ایک قدم ہم نے اٹھایا ہے اور باقی باتوں سے ہمیں انکار ہے تو بات یہ نہیں ہے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ ہم رفتہ رفتہ تمام کے تمام اسلامی اصولوں کو اپنائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم قریب تر ہو جائیں گے۔ پاکستان بنتے وقت انگریزوں نے جو قانون ہمارے سپرد کیا وہ آپ کے سامنے ہے۔ جس قسم کا آئین انہوں نے ہمارے حوالے کیا وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ مگر یہ پیپلز پارٹی اور قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کا کمال ہے کہ وہ اس پاکستان میں جسے اسلامی نظریئے کے تحت بنایا گیا تھا اسی نظریئے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اور یہ قائد عوام کا کارنامہ ہے (تالیاں)

لہذا میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔ اپنے رفقاء کو، اپنے علماء دین کو تیمور شاہ صاحب کو جنہوں نے یہ قرارداد پیش کی ہے اور باقی اپنے تمام ساتھیوں کو جو پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں سبکو یقین دلاتا ہوں کہ انشاءاللہ تعالے اسکو آئین کے مطابق عملی جامہ پہنایا جائیگا — شکریہ

(تالیاں)

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ سوال یہ ہے کہ۔

یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ صوبائی حکومت انتظام کرے کہ جس طرح قلات ڈویژن میں دیوانی مقدمات کا شرعی قانون کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے اس طرح صوبے کے باقی حصوں میں بھی ہو۔

(قرارداد منظور کی گئی)

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ آپ میر صابر علی بلوچ اپنی قرارداد پیش کریں۔

میر صابر علی بلوچ۔ میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ۔

چونکہ بسوں اور ٹرکوں کی قیمتوں میں گزشتہ کئی سالوں سے متواتر اضافہ ہو رہا ہے اس لئے یہ اسمبلی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ جن بسوں اور ٹرکوں کو حکومت اپنے استعمال کے لئے لیتی ہے ان کا معاوضہ پچاس روپے سے بڑھا کر ڈھائی سو روپیہ روزانہ کیا جائے۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر۔ قرارداد یہ ہے کہ:۔

"چونکہ بسوں اور ٹرکوں کی قیمتوں میں گزشتہ کئی سالوں سے متواتر اضافہ ہو رہا ہے اسلئے یہ اسمبلی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ جن بسوں اور ٹرکوں کو حکومت اپنے استعمال کے لئے لیتی ہے انکا معاوضہ پچاس روپیہ سے بڑھا کر ڈھائی سو روپیہ روزانہ کیا جائے"

وزیر تعلیم۔ میں اسکی مخالفت کرتا ہوں۔

میر صابر علی بلوچ۔ جناب! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بلوچستان ایک پسماندہ صوبہ ہے یہ صنعتی صوبہ بھی نہیں ہے۔ اور پانی کی کمی کی وجہ سے بھی ہم زراعت کے میدان میں بھی بہت پیچھے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں پر جو معدنیات کے ذرائع ہیں بدقسمتی سے اب تک یہاں پر ایک ٹرک روزگار ہے۔ جو ٹرکوں کا روزگار ہے۔ یہ بے چارے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ بلوچستان میں سڑکیں بھی کچی ہیں اور یہاں کے لوگ مالی طور پر بھی مضبوط نہیں ہیں کہ وہ قیمتاً ٹرک خرید سکیں اسلئے یہاں کے اکثر و بیشتر لوگ ٹرک قسطوں پر خریدتے ہیں۔ ایک ٹرک کی قیمت لاکھ اور ڈیڑھ لاکھ روپے ہوتی ہے۔ اور انکو ہر ماہ دو۔ ڈھائی ہزار روپے قسط ادا کرنی پڑتی ہے۔

جناب! اسوقت ہماری حکومت کو جب بھی کسی ٹرک کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے عام الفاظ

میں بیگار کہتے ہیں۔ کے عیوض صرف ۸۰ روپے دیتی ہے جو انتہائی کم ہے اور اسلئے ٹرکوں والے بہت تکلیف میں ہیں۔ اور مشکلات میں ہیں آنکو ہزاروں روپے قسط ادا کرنا ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ اپنے ٹرکوں کی دیکھ بھال کرنا ہوتی ہے۔ اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا ہوتی ہے۔ اور دیگر گھریلو اخراجات برداشت کرنے ہوتے ہیں تو ۸۰ روپے میں انکا کیا بنتا ہے؟ جبکہ اگر انکی لاریاں بیگار پر نہ لی جائیں تو وہ ڈھائی سو روپے سے لیکر تین سو روپے روزانہ کما سکتے ہیں۔ اور بیگار کا مسئلہ بہت سنگین ہے جس سے ہمارے بلوچستان کے غریب ٹرک والے بے روزگار ہو کر رہ گئے ہیں۔ پچھلی دفعہ بھی ہم نے حکام سے بات کی تھی۔ تو انہوں نے کہا تھا کہ وہ پنجاب سے ایک سو ٹرک مستعار لیں گے۔ اور ہمارے چیرمین ذوالفقار علی بھٹو نے حکم دیا صوبے کے حکام کو۔ کہ پنجاب سے ایک سو ٹرک اُدھار لئے جائیں لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ اور میرے لیڈر اور میرے چیرمین کی خواہش ہے کہ یہاں کے غریب لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے۔ اور یہاں کے لوگ محنت کش اور مزدور ہیں بے چارے اور وہ اپنی محنت اور مزدوری سے اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں اگر حکومت ٹرکوں کو بیگار پر لیتی ہے۔ اور اُسکے عیوض مالکوں کو ۸۰ روپے روزانہ ملتے ہیں تو جناب وہ کیا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تین چار ہزار روپے قسطیں دینی ہوتی ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ میری پارٹی کا منشور ہے کہ بلوچستان میں بلکہ سارے پاکستان میں غریبوں کی حکومت ہو۔ یہاں کے تمام حقوق (استحقاقات) یہاں کے غریب عوام کو ملنے چاہئیں اور غریبوں کو مراعات ملنی چاہئیں۔ بلکہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ اور ٹرک والے غریب بھی محنت کش اور مزدور ہیں شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔ میں نے یہ قرارداد پیش کی ہے تاکہ انکی تکالیف دور ہو جائیں۔ اور جناب میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان میں اپنی صوبائی حکومت سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ برائے مہربانی اگر حکومت کوئی ٹرک اپنی ضرورت کے لئے لیکر استعمال کرے تو اس کا معاوضہ ۸۰ روپے سے بڑھا کر ۲۵۰ روپے کر دیا جائے۔ میں آپ کے توسط سے یہ اُمید کرتا ہوں کہ حکومت اس معاملے پر غور کریگی۔

میر شاہنواز خان شاہیانی۔ جناب والا! میں اس قرارداد کی پُرزور حمایت کرتا ہوں یہ بڑے افسوس کی بات ہے جناب ٹرکوں کا معاوضہ ۸۰ روپے بتایا گیا ہے۔ جو حکومت کی طرف سے ملتا ہے۔ سندھی میں ایک کہاوت ہے جس کا مطلب ہے کہ "جو ہے وہ تو خدا کی طرف سے مگر طریقہ وڈیرے کا ہوتا ہے جو قوم کا بڑا ہے" اگر قوم کا بڑا اتنی بے انصافی کرے تو بے چارے مزدوروں کا باقی کون

رہ جاتا ہے ؟ جناب والا ! یہ ریٹ ۱۹۵۸ء اور ۱۹۵۹ء کا ہے۔ جبکہ ٹرک قیمت سلطے تیرہ ہزار روپے تھی جبکہ آج ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ ہے۔ جبکہ ڈیزل کی قیمت چودہ آنے تھی اور آج ساڑھے پانچ روپے ہے جبکہ ٹائر کی قیمت ۲ سو روپے تھی اور آج سولہ سو روپے ہے۔ اس وقت ڈرائیور کی تنخواہ ایک سو روپے تھی اور اب ایک ہزار ہے۔ تو جناب یہ بے انصافی ہے۔ اسلئے ملتمس ہوں اور حکومت سے گزارش کرتا ہوں کہ ڈھائی سو روپے بالکل واجبی ہے اور انکا معاوضہ اسی ریٹ پر دیا جائے۔
شکریہ

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات و آبپاشی - (مولوی صالح محمد) جناب اسپیکر اسی بارے میں حکومت انشاء اللہ جلد از جلد فیصلہ کریگی۔ مطالبہ پہلے ایک سو پچاس روپے کیا گیا تھا۔ جبکہ اب ڈھائی سو روپے کہا جا رہا ہے۔ میں معزز ممبر سے گزارش ضرور کرونگا کہ اس بارے میں . . . .

میر صابر علی بلوچ - پوائنٹ آف آرڈر! جناب یہ ڈیڑھ سو کی بات کس نے کی ہے ؟

مسٹر ڈپٹی اسپیکر - مولوی صاحب قرارداد میں ڈھائی سو روپے تو لکھا ہوا ہے ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات و آبپاشی - ہم انشاء اللہ اپنے صوبے کی حالت کے پیش نظر ہم اپنے عوام اپنے بھائیوں کی تکالیف کو دور کرنے کے لئے کوشش کریں گے ۔ اور حکومت کے بس میں جتنا بھی ہوا۔ ضرور کریگی ۔ اور خصوصاً اس قرارداد کی روشنی میں اسے دیکھیں گے ۔

(چہ میگوئیاں)

مسٹر ڈپٹی اسپیکر - اب سوال یہ ہے کہ قرارداد کو منظور کیا جائے ؟

وزیر تعلیم - پوائنٹ آف آرڈر ! جناب میں نے اسکی مخالفت کی تھی اسلئے مجھے بولنے کا موقع دیا جانا چاہئے تھا ؟

مسٹر ڈپٹی اسپیکر - چہ میگوئیاں آپ ایوان سے باہر گئے ۔ جب مولوی صاحب بول رہے تھے

جو کہ متعلقہ وزیر ہیں ۔ اُس وقت آپ باہر تھے ۔ آپ نے موقع کھو دیا ہے ۔

وزیر تعلیم ۔ تو جناب یہ میری بدقسمتی ہے ۔

(چہ میگوئیاں)

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ میں پھر سوال دُہراتا ہوں ۔ سوال یہ ہے کہ :۔

چونکہ بسوں اور ٹرکوں کی قیمتوں میں گذشتہ کئی سالوں سے متواتر اضافہ ہو رہا ہے اسلئے یہ اسمبلی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ جن بسوں اور ٹرکوں کو حکومت اپنے استعمال کے لئے لیتی ہے انکا معاوضہ پچاس روپے روزانہ سے بڑھا کر ڈھائی سو روپے روزانہ کیا جائے ۔

(قرارداد منظور کی گئی)

پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا ضمنی انتخاب

مسٹر ڈپٹی اسپیکر ۔ اب ایک اعلان ہے ۔ ممبر صاحبان سُنیں ۔

سیکریٹری اسمبلی ۔ (سید محمد اطہر)

"پبلک اکاؤنٹس کمیٹی میں ایک ممبر کی جگہ خالی تھی جس کے لئے نامزدگی ۲۹ ۔ جون ۱۹۷۲ء تک طلب کی گئی تھی ۔ اِس سلسلے میں صرف میاں سیف اللہ خان پراچہ کو نامزد کیا گیا ہے ۔ اس لئے اُن کے انتخاب کا اعلان کیا جاتا ہے ۔

(تالیاں)

وزیر تعلیم - (میر یوسف علی خان مگسی) میں ایک گزارش کرتا ہوں چونکہ وزیر اعلیٰ صاحب بھی یہاں نہیں ہیں وزیر خزانہ صاحب بھی اِدھر نہیں ہیں۔ وزیر قانون کو راولپنڈی طلب کیا گیا ہے۔ ہم سب جا رہے ہیں۔ اسلئے اس ماہ کی پندرہ تاریخ تک اسمبلی کے اجلاس کو ملتوی کیا جائے۔

مسٹر ڈپٹی اسپیکر - اجلاس کی کارروائی دوشنبہ ۱۵ جولائی صبح دس بجے تک ملتوی کی جاتی ہے۔

(ایک بجکر پانچ منٹ پر اسمبلی کا اجلاس ۱۵ جولائی کی صبح دس بجے تک کیلئے ملتوی

ھوگیا)